شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ

کے بارے میں

۲

دو متضاد نظریے

تالیف:

مولانا محفوظ الرحمن فیضی



تنظیم الدعوۃ الی القرآن والسنۃ

شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ
کے بارے میں

دو متضاد نظریے

تالیف
مولانا محفوظ الرحمٰن فیضی

ناشر
تنظیم الدعوۃ الی القرآن والسنۃ، راولپنڈی

دو متضاد نظریے

مؤلف : ----------- مولانا محفوظ الرحمٰن فیضی

کمپوزنگ : ----------- مشتاق حسین' اقراء کمپوزرز

تعداد : ----------- (دوسرا ایڈیشن) 1100

ناشر : ----------- تنظیم الدعوۃ إلی القرآن والسنہ گوالمنڈی۔ راولپنڈی

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست

صفحہ نمبر

تقدیم

شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی رحمہ اللہ نے مشرکانہ بدعات وخرافات کے طوفان میں جس مؤمنانہ عزیمت اور مجاہدانہ پامردی کے ساتھ اصلاح وتجدید کا بیڑہ اٹھایا، وہ سلسلۂ دعوت وعزیمت کا ایک نادرۂ روزگار شاہکار اور تاریخِ احیائے اسلام کا ایک درخشاں باب ہے۔ ان کا یہ امتیاز ہر جگہ نمایاں ہے کہ انہوں نے خالص کتاب وسنت کی بنیاد پر اپنی دعوت کی عمارت استوار کی اور کہیں بھی اسلام کی سادہ اور ٹھیٹھ تعلیمات کے اندر فلسفیانہ، صوفیانہ اور متکلمانہ کج فکریوں کو درآنے کا موقع نہ دیا۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ اس دعوت کو جو قبولِ عام اور دوام واستمرار حاصل ہوا، وہ دوسری تحریکات کو حاصل نہ ہوسکا۔ اور ساتھ ہی اہلِ زیغ وضلال کی طرف سے اس دعوت کے خلاف تہمتوں اور الزامات کا جو طوفان کھڑا کیا گیا وہ بھی دوسری تحریکات کے حصے میں نہ آیا۔

ہمارے ملک کا جو طبقہ اپنے دامنِ قلب ونظر پر بدعات وخرافات کے داغ دھبے سجا لینا ہی کمالِ سعادت تصور کرتا ہے، اس نے اس دعوت کے خلاف جو کچھ کہا اور کیا اس سے اس کے علاوہ کسی اور چیز کی توقع بھی نہیں کی جاسکتی تھی۔ لیکن حیرت ہوتی ہے کہ بدعات وخرافات سے اجتناب اور نفرت کا اعلان کرنے والے بھی اس معاملے میں انہیں کے ہم نوا رہے۔

یہ عین اس وقت کی بات ہے، جب قدرت، جزیرہ نمائے عرب سے ظلم وخونریزی اور انتشار وانارکی کی بساط لپیٹ کر اس پر اسلامی عدل وانصاف اور امن وقانون کا ایوان سجانے جارہی تھی اور ملک عبدالعزیز کے بازوئے شمشیر زن کے ذریعہ اس تاریخی انقلاب کا عمل جاری ہوچکا تھا۔ حلقۂ دیوبند کے شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی مرحوم

نے ''شہاب ثاقب'' کے نام سے ایک کتاب تالیف فرمائی، اور شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کو ظالم، باغی، خونخوار، فاسق، خبیث وغیرہ وغیرہ القابات سے نوازا۔ ان پر اور ان کے ہمنواؤں پر بے بنیاد گھناؤنے الزامات لگائے اور جرم ہمنوائی میں ہندوستان کے اہلحدیثوں کو بھی اپنی عنایات کا نشانہ بنایا۔ اس کتاب کی تالیف کا اثر یہ ہوا کہ ملک عبدالعزیز کو اپنے مخالفین سے نبرد آزمائی کے جس طویل اور صبر آزما دور سے گزرنا پڑا۔ اس پورے دور میں مولانا کے ارادت کیش طبقے کی ہمدردیاں ملک عبدالعزیز کے مخالفین کے ساتھ رہیں، اور انہوں نے سعودی حکومت کو زِک پہنچانے اور بدنام کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ بلکہ ان کی یہ روش انقلاب کے عمل کی تکمیل اور سعودی حکومت کی پائیداری واستواری کے بعد بھی برقرار رہی۔

مگر سعودی حکومت اپنے مخالفین کی تمام تر بدخواہیوں کے باوجود صرف یہی نہیں کہ نجد وحجاز، نجران وعسیر، قطیف واحسار اور جوف وحائل کی منتشر امارتوں کو اپنے جھنڈے تلے ایک کرنے میں کامیاب رہی، بلکہ فیضِ قدرت نے اسے، دیکھتے ہی دیکھتے عالمِ اسلام کی قیادت وسربراہی کے منصب پر فائز کر دیا اور اس مرحلے پر اس نے اس عظمتِ کردار اور عالی ظرفی کا ثبوت دیا کہ نشر واشاعتِ دین کے لیے اپنے بدخواہوں تک کو اس فیاضی سے نوازا کہ وہ اس کا تصور تک نہ کر سکتے تھے۔ اس صورتحال کا اقتضاء تو یہ تھا کہ یہ حضرات بھی اپنی سابقہ روِش ترک کر کے امت کی ہمہ جہتی تعمیر وترقی میں لگ جاتے۔ مگر یہ عبرتناک بات ہے کہ ان کی دماغی صلاحیتیں اب بھی پسِ پردہ سازشوں اور دسیسہ کاریوں کی پرورش وپرداخت میں صرف ہو رہی ہیں۔ وہ ایک طرف سعودی حکومت کی مضبوط بنیادوں میں دراڑ پیدا کرنے کے مواقع اور ذرائع کی تلاش میں ہیں اور دوسری طرف سعودی حکومت کے ہواخواہوں کو اس کا دشمن باور کرانے کے لیے کوشاں۔

پچھلے دنوں اسی سلسلہ کی ایک کڑی کے طور پر مولانا محمد منظور نعمانی کا ایک مضمون منظر عام پر آیا، جسے بعد میں کتابی شکل میں اردو اور عربی میں چھاپ کر ہندوستان اور سعودی عرب میں بہت بڑے پیمانہ پر پھیلایا گیا، اس مضمون میں قطعی غلط اور بے بنیاد بیانات کا سہارا لے کر مولانا مدنی کو ان کے تمام ''فرموداتِ عالیات'' اور ''ارشاداتِ طیبات'' سے بری الزمہ قرار دیا گیا ہے اور ''کمالِ ہنرمندی'' سے ان کے سارے ''جرائم'' کو نواب صدیق حسن خان مرحوم کے سرتھوپ دیا گیا ہے۔ اگر مولانا نعمانی نے اپنے اس ''کمالِ ہنر مندی'' کا مظاہرہ صرف مولانا مدنی کی ذاتِ اقدس کی صفائی تک محدود رکھا ہوتا تو یقیناً کسی اہلحدیث کو کچھ عرض کرنے کی ضرورت محسوس نہ ہوتی۔ لیکن جب مولانا نعمانی نے ''رمتنی بـــدائهـــا و انسُلـــت'' (اپنا مرض مجھ پر تھوپا اور چل نکلی) کے مطابق اپنے ''جرائم'' اہلحدیثوں کے سر منڈھ دیئے تو ضرورت محسوس ہوئی کہ اصل حقائق کو منظر عام پر لایا جائے اور مولانا کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کے گرد وغبار کو دور کر کے مطلع صاف کر دیا جائے۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے مولانا محفوظ الرحمان فیضی حفظہ اللہ کو کہ انہوں نے ایک مرحوم بزرگ (نواب صدیق حسن خاں) کی طرف سے دفاع کے لیے قلم اٹھایا، اور نہایت متانت، سنجیدگی، دیدہ دری، اور دقت پسندی سے تمام پہلوؤں کا جائزہ لے کر اصل حقیقت کو بے نقاب کیا۔

اللہ تعالیٰ موصوف کی اس خدمتِ حق کو قبول فرمائے، اور تمام مسلمانوں کو حق پسندی کی توفیق ارزانی کرے۔ آمین

صفی الرحمٰن مبارکفوری

جامعہ سلفیہ بنارس ہند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مشہور حدیث ہے کہ: ''اللہ تعالیٰ ہر صدی میں ایسے لوگوں کو بھیجتا رہے گا جو اس امت کے لیے اس کے دین کے کام کی تجدید کرتے رہیں گے''۔(۱)

انہی اصحاب دعوت وعزیمت مجددین اور پرخلوص مصلحین میں سے ایک تاریخ ساز اور عہد آفریں شخصیت عظیم مصلح و مجدد شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب نجدی رحمۃ اللہ علیہ کی تھی۔ وہ تاریخ کے ان چند گنے چنے نابغۂ روزگار افراد میں سے تھے جو انتہائی ذکی وفطین، قوی و جری، مخلص و غیور اور دین میں پہاڑ کی طرح سخت اور مضبوط اور عقیدۂ توحید کے اظہار واعلان میں مؤمنانہ عزم وبصیرت اور استقامت کے مالک تھے۔

شیخ الاسلام کے مختصر حالات:

شیخ الاسلام کی ولادت ۱۱۱۵ ہجری میں نجد (کے ایک گاؤں عیینیہ) میں ہوئی اور ان کی نشو ونما اور تربیت بھی اسی صحراءِ عرب میں ہوئی۔ تحصیل علم کے لیے مدینہ منورہ اور بصرہ تک کے سفر کیے۔ شیخ کی ولادت کے وقت یعنی ۱۲ویں صدی ہجری کے آغاز میں مسلمانوں کی حالت ناگفتہ بہ ہو رہی تھی۔ دین کے ہر شعبہ میں نجد و عرب کے کلمہ گو انحطاط پذیر تھے اور ایک عرب ہی پر کیا موقوف ساری اسلامی دنیا شرک و بدعات کی دلدل میں پھنسی ہوئی تھی، کوئی سیاسی شعور باقی نہ رہا تھا۔ جہاں کچھ طاقت بھی تھی استبداد کا دور دورہ تھا، یہ حالات دیکھ کر شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب کے دل میں تڑپ پیدا ہوئی اور جوانی ہی میں اصلاح وتجدید شروع کر دی، اپنے گرد ونواح کے مسلمانوں کو کتاب و سنت کا بھولا ہوا سبق یاد دلایا اور اس سلسلہ میں تکلیفیں سہیں، اپنے بوڑھے باپ کی خفگی

---

(۱) ابوداوٗد' کتاب الملاحم' ح ۴۲۹۱

برداشت کرنا پڑی۔ اپنے آبائی وطن، عیینہ سے نکلنے پر مجبور ہونا پڑا۔ آخر چند برسوں کے ابتلاء کے بعد درعیہ (نجد) کے امیر محمد بن سعود (م ۱۱۷۹ھ) کے ہاں پناہ ملی۔ امیر اور اس کے عزیز دعوتِ توحید کے سرگرم حامی بن گئے اور ان کی مدد اور معاونت سے شیخ الاسلام نے اور زوروں پر تبلیغ شروع کر دی، تا آنکہ کامیابی ان کے قدم چومنے لگی۔ شمعِ توحید کے پروانے اطراف و اکناف سے آ کر شیخ الاسلام کے حلقۂ درس میں حاضر ہوتے اور پھر لوٹ کر اپنے اپنے علاقوں میں اللہ کا پیغام پہنچاتے۔ (۱)

آخر آپ کی دعوت و تبلیغ سے خاکِ عرب کے وہ ذرے جو جہل و شرک کی طغیانی کے باعث ماند پڑ گئے تھے، پھر چمک اُٹھے اور نجد کے چمنستان سے توحید و کلمۂ حق کی ایسی خوشبو پھیلی، جس نے تمام عالم کو زعفران زار بنا دیا......

اور جہاں تک اس مردِ مجاہد کی آواز پہنچ سکتی تھی، اس نے حق و صداقت کا پیغام پہنچایا۔ (۲)

شیخ نے بانوے سال کی عمر پا کر ۱۲۰۶ھ میں وفات پائی۔

شیخ الاسلام کی دعوت:

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ دین کو اس کی اصل شکل میں دیکھنا چاہتے تھے، عقائد و اعمال ہر چیز میں وہ سلف صالح کی اتباع کرتے تھے اور لوگوں کو اسی کی دعوت دیتے تھے، ان کی دعوت کا خلاصہ اگر بیان کیا جائے تو اس کے درجِ ذیل نقاط ہوں گے۔

☆ توحید: شیخ کی دعوت کی اصل بنیاد توحید اور لا الٰہ الا اللہ ہے۔ اللہ کے کلمہ کو بلند کرنا اور طاغوت کے کلمہ کو پست کرنا وہ اساس ہے جس پر آپ کی دعوت کی بنیاد

۱۔ ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک (ص ۱۶۔۱۷) محمد بن عبدالوہاب ایک مظلوم اور بدنام مصلح (ص ۱۱)

۲۔ ایضاً ایضاً

تھی۔ آپ کا پیغام تھا کہ عبادت خواہ کسی قسم کی ہو کسی شکل میں ہو سب اللہ کے لیے مخصوص ہے۔ اللہ کا نہ کوئی ذات میں شریک وسہیم ہے نہ صفات میں۔

☆ لوگوں کو پیر پرستی، قبہ پرستی، قبر پرستی، شجر پرستی وغیرہ ساری پرستیوں سے ہٹا کر صرف خدا پرستی پر لگانا، آپ کا مشن تھا، غیر اللہ کے آگے جھکنا، قبروں اور ولیوں سے مدد مانگنا اور فریاد چاہنا، منتیں مرادیں مانگنا' ان کے نام کی نذریں ماننا، قسمیں کھانا، وغیرہ وغیرہ مشرکانہ اعمال تھے، جن کی بیخ کنی کا شیخ نے بیڑا اٹھایا تھا۔

☆ بدعات کی بیخ کنی اور سنت کا احیاء یعنی زندگی کے تمام معاملات، عقائد و عبادات اور اخلاق سے لے کر معاشرت ومعیشت اور سیاست وحکومت تک میں دین کے نام سے جو بے دینی گھس آئی تھی اسے اکھاڑ پھینکنا اور خاتم النبیین محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت اور شریعت اسلامی کو فکر وعمل دونوں میں جاری کرنا۔

☆ امر بالمعروف ونہی عن المنکر، یعنی ان تمام بھلائیوں کا حکم دینا جن کو اسلام بھلائی قرار دیتا ہے اور ان تمام برائیوں سے باز رکھنا جن کو اسلام برائی اور ممنوع قرار دیتا ہے۔

غرض شیخ کے پیش نظر اول اور آخر اسلام اور صرف اسلام تھا، وہ ہمہ پہلو دین کا احیاء اور تمام امور میں کتاب وسنت کی اتباع چاہتے تھے۔

چنانچہ (جیسا کہ ذکر کیا گیا) شیخ نے ابتداء شعور ہی سے ماحول کی تطہیر اور معاشرہ کی اصلاح کے لیے کوششیں شروع کر دیں اور حقیقت یہ ہے کہ ممدوح کی دعوت وعزیمت نے آخرش اہل نجد وحجاز کی زندگی اور عقائد واخلاق میں ایک غیر معمولی انقلاب برپا کیا۔ خوش قسمتی سے انہیں آلِ سعود جیسے اولوالعزم مجاہد اور فرمانروا ملے جنھوں نے شیخ کے مشن

کی تکمیل میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔

دعوت کے اثرات:

علامہ نواب والا جاہ صدیق حسن خان رحمتہ اللہ علیہ کے رفیق کار محدث و محقق حضرت مولانا محمد بشیر صاحب سہسوانی (م۱۳۲۶ھ) رحمتہ اللہ علیہ شیخ کی دعوت کے اثرات پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

''اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعوت کے ذریعہ شرک کے شعائر و مقامات مٹا دیے، طاغوتوں اور ملحدوں کو روسیاہ کیا، یہاں تک کہ اللہ کا دین ظاہر و غالب ہو گیا۔ آپ کی دعوت سے شریعت اسلامی و سنت کی راہ واضح ہو گئی۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا نظم قائم ہو گیا، شرعی حدود نافذ اور دینی تعزیرات جاری ہوئیں، جہاد کا علم بلند ہوا۔ اور اعلاء کلمتہ اللہ کے لیے اہل شرک و اہلِ فساد سے رزم آرائی ہوئی۔ یہاں تک کہ آپ کی دعوت پھیل گئی۔ اور اللہ کے واسطے اور اس کے دین کے واسطے عام مسلمانوں اور ان کے ائمہ کے واسطے موصوف کی خیر خواہی ثابت ہو گئی، اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑ دیا اور عداوتیں الفت سے بدل گئیں اور اللہ کے فضل سے لوگ بھائی بھائی ہو گئے۔'' (صیانۃ الانسان عن وسوسۃ الشیخ دحلان ص۴۲۳ طبع جدید)

سعودی حکومت:

شیخ الاسلام کی دعوت اور آل سعود کی معاونت کا نتیجہ یہ ہوا کہ نجد کے اندر صحیح معنیٰ میں ایک اسلامی ریاست قائم ہو گئی...... اور اب نجد و حجاز کی موجودہ سعودی حکومت آلِ سعود کی اسی حکومت کی وارث و جانشین ہے۔ یہ شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمتہ اللہ

علیہ کو اسی طرح اپنا دینی رہنما اور امام سمجھتی ہے، جس طرح ان کے پیشرو سمجھتے تھے۔...... اگر چہ آج دولت کی فراوانی اور مغربی ملکوں کے ساتھ تعلیم اور دوسرے روابط کے زہریلے جراثیم نے سعودی معاشرہ میں بعض خرابیاں پیدا کر دی ہیں، لیکن ان سب کے باوجود یہ امر واقعہ ہے کہ سعودی عرب ہی ایک ایسا ملک ہے جو ان بدعات و شرکیہ رسوم سے پاک ہے جن سے دنیا کا کوئی ملک محفوظ نہیں۔ اور اس دور میں روئے زمین پر صرف سعودی حکومت ہی ایک ایسی حکومت ہے جس میں صرف قرآن و حدیث کی فرمانروائی ہے اور شریعت سرکاری قانون ہے۔ یہ حکومت پوری دنیا میں اسلام کی دعوت و تبلیغ اور علوم دین کی اشاعت وترویج کا بیڑا اٹھائے ہوئے ہے اور ''**تعاونوا علی البر والتقویٰ**'' کے بمصداق دنیا بھر میں پھیلے ہوئے دینی اداروں اور اسلامی تحریکوں اور تنظیموں کی سرپرستی اور ہر ممکن مادی و معنوی مساعدت کو اپنا فرض سمجھتی ہے۔

شیخ کے خلاف پروپیگنڈہ:

بہر حال شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب نجدی رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت کوئی نئی چیز نہیں تھی، وہ کتاب وسنت کی صحیح اور خالص تعلیم کے سوا کچھ پیش نہیں کرتے تھے۔ لیکن ذاتی مفاد اور سیاسی اغراض کے ماتحت مختلف اشخاص اور مختلف حکومتیں اور جماعتیں ہاتھ دھو کر آپ کے پیچھے پڑ گئیں اور آپ کی دعوت کو ''وہابیّت'' کا نام دے کر اس طرح پیش کیا گیا، جیسے اسلام کے علاوہ کسی دوسرے مذہب کی دعوت دی جا رہی ہے، سوئے اتفاق سے اہل نجد، شیخ الاسلام اور آلِ سعود کو بدنام کرنے میں تین حکومتیں شریک ہو گئیں، ترکی اور مصری حکومتوں سے تو براہِ راست ٹکراؤ تھا اور جنگ و پیکار کا سلسلہ ایک عرصہ تک جاری رہا۔ حکومت برطانیہ سے بھی ایک دو بار اچھی خاصی ٹکر ہو گئی تھی، اس لئے وسطِ عرب میں

ترقی اور تجدید کی لہران سب کے گلوں کی پھانس بن گئی تھی۔اور وہ طبعاً اہلِ نجد کے خلاف زبردست پروپیگنڈہ میں مصروف ہو گئے۔ان کے علاوہ اشرافِ مکہ اور ان کے حواری ''علماءِسوء'' اپنی نذر و نیاز کی بندش پر؛ لگ برہم تھے اور انہوں نے بھی شیخ الاسلام اور آلِ سعود کے خلاف زبردست پروپیگنڈہ مہم چلائی اور ان پر طرح طرح کے بے سروپا الزامات عائد کر کے عالم اسلام میں انہیں بدنام کرنے کی کوشش کی،ترکوں اور انگریزوں کا یہ پروپیگنڈہ خالص سیاسی حیثیت رکھتا تھا مگر اہل حجاز نے اسے مذہبی رنگ دیدیا تھا۔ تاکہ مشائخ اور خوش عقیدہ مسلمانوں کو شیخ کے خلاف آسانی سے مشتعل کیا جا سکے۔(۱)

خود ہندوستان میں بھی شیخ اور ان کی جماعت کے خلاف بڑے پیمانے پر پروپیگنڈہ کیا گیا اور مولوی فضل رسول بدایونی (م۱۲۹۷ھ) وغیرہ اہلِ بدعت نے افترا پردازیوں، بہتان طرازیوں کا انبار لگا دیا۔''وہابی'' کا لفظ ہندوستان میں انہی حضرات نے رائج کیا اور اسے اتنا بدنام کیا کہ اہلِ بدعت آج بھی سلفیوں کے لیے لفظ''وہابی'' کو ایک مغلظ گالی کے طور پر استعمال کرتے ہیں...... بدقسمتی سے بعض ثقہ علمائے ہند۔مثلاً مولانا حسین احمد مدنی مرحوم (۱۳۷۷ھ/۱۹۷۵ء) وغیرہ کی تحریروں سے بھی اس پروپیگنڈہ کو بڑی تقویت ملی......مولانا مرحوم نے مولوی احمد رضا خاں بریلوی کے لگائے ہوئے الزام وہابیت سے اپنے اکابر کی براءت ثابت کرنے کے لیے اپنی مشہور''فاضلانہ'' تالیف ''الشہاب الثاقب'' میں بقول معذرت کنندگان محض افواہوں اور مخالفین کی کتابوں پر اعتماد کر کے''بلاتحقیق'' شیخ کی طرف وہ ساری خرافات منسوب کر دیں جو ان کے دشمنوں نے اختراع کی تھیں۔اور اسی بنیاد پر شیخ کے خلاف''بہت بری رائے'' ظاہر کی۔

ا ماخوذ از ہندستان کی پہلی اسلامی تحریک۔

اکابر دیوبند کی برأت میں مولانا منظور نعمانی کی تصنیف

مولانا مدنی وغیرہ کی وہ تحریریں جن میں شیخ محمد بن عبدالوہابؒ اور ان کی جماعت کے بارے میں بالکل خلافِ واقعہ باتیں لکھی گئی ہیں اور بری رائے ظاہر کی گئی ہے اور شیخ کو بدعقیدہ اور فاسق وغیرہ کہا گیا ہے۔ان تحریروں کے بارے میں محترم مولانا منظور نعمانی دامت برکاتہ کی خدمت میں ان کے کسی عزیز نے اپنا اشکال پیش کیا تھا اور لکھا تھا کہ، دریافت طلب امر یہ ہے کہ شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ان کی دعوت کے متعلق آپ کی رائے کیا ہے؟ اگر آپ کے نزدیک وہ اہل حق میں سے ہیں تو پھر ان اکابر کی ان تحریروں کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں، اور آپ کے نزدیک ان کی کیا بنیاد ہے؟ سائل نے یہ درخواست بھی کی تھی کہ وضاحت اور جواب ''الفرقان'' ہی میں تحریر فرمادیں'' اس طرح فائدہ عمومی ہوگا اور وہ محفوظ ہوجائے گا۔''[1]

مولانائے محترم نے مذکورہ سوال کا جواب بسط وتفصیل سے تحریر فرمایا ہے، جو اولاً ماہنامہ ''الفرقان'' لکھنؤ کی چار اشاعتوں میں شائع ہوا اور بعد میں اسے کتابی شکل دے کر'' شیخ محمد بن عبدالوہاب کیخلاف پروپیگنڈہ اور علماء حق پر اس کے اثرات'' کے نام سے شائع کیا گیا۔گزشتہ دنوں ناچیز کو اس کتاب کے مطالعہ کا اتفاق ہوا۔اس میں حضرت مولانا نعمانی مدظلہ نے مولانا حسین احمد مدنی اور دیگر اکابر علماء دیو بند۔رحمہم اللہ۔کی طرف سے صفائی پیش کی ہے اور ان اسباب وحالات پر روشنی ڈالی ہے جن کی بنیاد پر یہ حضرات شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہابؒ کے خلاف پروپیگنڈہ سے متاثر ہوئے تھے اور ان کے بارے میں بہت بری رائے ظاہر کی تھی۔نیز بیان کیا گیا ہے کہ بعد میں جب ان حضرات پر اصل حقیقت منکشف ہوئی تو انہوں نے اپنی پہلی رائے سے رجوع کرلیا۔

---

[1] مولانا نعمانی کی کتاب ص ۲۴، ۲۵۔

نواب صاحب والا جاہ کے بارے میں مغالطہ:

کتاب اپنے موضوع و مقصود کے لحاظ سے بلا شبہ مفید ہے، لیکن ناچیز راقم الحروف (بلکہ ہر صاحب انصاف) کی نگاہ میں یہ بات بہر حال افسوس ناک اور موجب شکایت ہے کہ اس کتاب میں اکابر علماء دیوبند کے جس جرم پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے، اسی کا مرتکب محدث کبیر مجدد علوم دینیہ امیر الملک نواب والا جاہ سید صدیق حسن خاں قنوجی بھوپالی رحمۃ اللہ علیہ کو قرار دے دیا گیا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ محترم مولانا نعمانی مدظلہ نے شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہابؒ کے خلاف پروپیگنڈہ سے متاثر ہونے والے علماء و اکابر کے سلسلہ میں نواب صاحب مرحوم کا بھی ذکر کیا اور اس سلسلہ میں ان کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس سے واضح طور پر یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ شیخ الاسلام کے بارے میں نواب والا جاہ بھی مولانا مدنی مرحوم جیسی ہی رائے رکھتے تھے اور شیخ کو (علی الاطلاق گویا عقائد وغیرہ میں بھی) مجروح و مطعون کرنا ضروری سمجھتے تھے اور مولانا مدنی سے پہلے وہ شیخ کو بدعقیدہ اور فاسق وغیرہ قرار دے چکے تھے بلکہ مولانا مدنی نے اپنی کتاب ''الشہاب الثاقب'' میں شیخ اور ان کے متبعین کی طرف جو بے بنیاد باتیں منسوب کی ہیں اور ان کو فاسد العقیدہ، شانِ رسالت میں گستاخی کرنے والا اور فاسق و خبیث وغیرہ لکھا ہے تو بقول محترم مولانا نعمانی صاحب، عام شہرت کی بنا پر اور شیخ احمد زینی دحلان مکی اور نواب صدیق حسن خاں صاحب مرحوم جیسے اہلِ علم کی تحریروں پر اعتماد کر کے ان ''خرافات'' اور ''افتراءات'' کو ''حقائق'' اور ''واقعات'' سمجھ کر نقل کر دیا ہے بلکہ مولانا نے نواب صاحب مرحوم کی کتاب[1] حوالہ بھی دیا ہے[2] یعنی مولانا مدنی تو

---

[1] مولانا نعمانی کی کتاب کے عربی ایڈیشن (ص ۱۱۵) میں لفظ کتاب کا ترجمہ ''کتابات'' کیا گیا ہے جو ظاہر ہے کہ مغالطہ آمیز ہے۔

[2] شیخ محمد بن عبدالوہاب کے خلاف پروپیگنڈہ ..... ص ۸۹۔

محض ناقل ہیں اور...... نقل کفر کفر نہ باشد......

اصل قصور تو نواب صاحب وغیرہ کا ہے جنہوں نے ان خرافات کو اولاً قلمبند کیا اور اپنی کتابوں میں جگہ دی۔...... مگر حقیقت یہ ہے کہ نواب صاحب کے بارے میں یہ تأثر...... جو مولانا نعمانی کی تحریروں میں دیا گیا ہے واقعہ کے خلاف ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ''عمومی تکفیر اور قتلِ مخالفین'' کے باب میں شیخ محمد بن عبدالوہاب کا جو مسلک بتایا جاتا ہے، نواب صاحب کو اس سے اختلاف ضرور ہے لیکن مولانا مدنی اور شیخ دحلان کی ہفوات کا (جن کی طرف نعمانی صاحب نے اشارہ کیا ہے، نواب صاحبؒ کی تحریروں میں (میرے ناقص علم ومطالعہ کی حد تک) کوئی وجود نہیں ہے بلکہ اس کے برعکس ممدوح کی متعدد تصنیفات میں شیخ الاسلام کے عقائد وافکار اور اخلاق واعمال کے متعلق نہایت عمدہ تاثرات، پاکیزہ خیالات اور حقیقت کے قریب تر رائے کا اظہار کیا گیا ہے۔ بلکہ ان کے معاندین کی تردید بھی کی گئی ہے، لیکن مولانا نعمانی نے اپنی کتاب میں نواب صاحب کی ان تحریروں کی طرف کوئی اشارہ نہیں کیا ہے۔ حالانکہ یہ تحریریں مولانا موصوف کی نظر سے یقیناً گزری ہوں گی...... اب ظاہر ہے جو شخص بھی مولانا نعمانی کی کتاب پڑھے گا اور یہ دیکھے گا کہ شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب کے معاملے میں نواب والا جاہ کو بھی شیخ دحلان اور مولانا مدنی ہی کی صف میں ذکر کیا گیا ہے اور شیخ کے متعلق نواب صاحب کے پاکیزہ احساسات اور عمدہ خیالات کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ تو لازماً وہ یہی سمجھے گا کہ شیخ کے بارے میں ان کے خیالات بھی نہ صرف یہ کہ اچھے نہیں تھے بلکہ وہ بھی شیخ دحلان اور مولانا مدنی کی طرح شیخ کو فاسد العقیدہ وغیرہ سمجھتے تھے اور ان کی تحریروں میں بھی وہ سب ''خرافات وافتراءات'' موجود ہیں جو زینی اور مدنی صاحبان کی تحریروں میں ہیں۔ اور پھر وہ نواب صاحبؒ کے بارے میں بھی اسی غلط فہمی و بدگمانی

کا شکار ہو جائے گا، جس قسم کی غلط فہمی و بدگمانی کو اکابر علماء دیوبند سے دور کرنے کے لیے مولانا نعمانی نے مذکورہ بالا کتاب لکھی ہے۔

ان سطور کی تحریر کا مقصد:

ناچیز راقم سطور کا علم و مطالعہ بہت ہی محدود ہے اور مولانا نعمانی صاحب مدظلہ کی علمی حیثیت کا دل سے معترف ہے ان سطور کی تحریر کا مقصد مولانا نعمانی کی کتاب کا جواب لکھنا یا اس پر کوئی تفصیلی تبصرہ کرنا نہیں ہے۔ بلکہ انتہائی ادب و احترام کے ساتھ صرف یہ عرض کرنا مقصود ہے کہ

عیب مے جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو

یعنی مذکورہ کتاب میں مولانا نعمانی کے لیے نواب والا جاہ رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ کرنا ضروری ہی تھا تو تصویر کے دونوں رُخ پیش کر دینے چاہیے تھے، تاکہ نہ کوئی غلط فہمی پیدا ہو، نہ مولانا نعمانی جیسے بزرگ پر تلبیس کا الزام عائد ہو سکے۔ یا پھر سرے سے نواب صاحب کا تذکرہ ہی نہ کیا جاتا کیونکہ جس سوال کے جواب میں مولانا موصوف نے مذکورہ کتاب لکھی ہے اس میں نواب صاحب مرحوم کے متعلق سرے سے کوئی استفسار کیا ہی نہیں گیا تھا۔

بہر حال ہم اس کے مدعی نہیں کہ نواب صاحب والا جاہ مرحوم کو شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب سے کسی مسئلہ میں کوئی اختلاف ہی نہیں تھا...... بلکہ ہم یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ شیخ الاسلام کے احوال و عقائد کے بارے میں نواب صاحب اور مولانا مدنی کی معلومات اور خیالات یکساں نہیں تھے بلکہ دونوں میں زمین و آسمان کا فرق تھا۔ نواب صاحب نے اپنی متعدد تصنیفات کے اندر شیخ محمد بن عبدالوہاب کے بارے میں نہایت

عمدہ خیالات اور پاکیزہ تاثرات کا اظہار کیا ہے اور یہ بات تو کسی طرح صحیح نہیں کہ وہ تمام خرافات و افتراءات جن کو مولانا مدنی مرحوم نے حقائق و واقعات سمجھ کر ''الشہاب الثاقب'' میں درج کیا ہے ان کا ایک ماخذ نواب صاحب کی تحریریں بھی ہیں۔ یہ قطعاً غلط ہے اور اسے حقیقت پسندی کے دائرے میں رہتے ہوئے ہرگز ثابت نہیں کیا جا سکتا۔

آئندہ سطور میں شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی رحمۃ اللہ علیہ کے احوال و عقائد کے بارے میں دونوں بزرگوں کی تحریریں اور ان کے تاثرات ایک دوسرے کے بالمقابل قلمبند کیے جا رہے ہیں تا کہ ناظرین بآسانی فیصلہ کر سکیں کہ کیا ان تحریروں میں ایک دوسرے کا ماخذ بننے کی کوئی بھی گنجائش ہے؟۔

حجج الکرامۃ فی آثار القیامۃ:

یہ کتاب نواب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ۱۲۱۹ء کی تصنیفات میں سے ہے اور فارسی زبان میں ہے۔ آثارِ قیامت کے موضوع پر انتہائی مبسوط اور عمدہ کتاب ہے، اس کی ایک فصل میں ''امام مہدی آخرالزماں'' کی شرعی حیثیت اور ان کے حالات پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے اور آخری فصل میں چند ''مدعیان مہدیت'' کا تذکرہ کیا گیا ہے، اسی سلسلہ میں ضمناً ایک جگہ سید احمد شہید اور شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب کا یکجا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ ان حضرات نے کبھی مہدی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا[1] اور پھر ان کے بارے میں

---

[1] سید احمد شہید کی غیوبت اور ایک دیوبندی روایت: مولانا سید عبدالحی (م ۱۳۴۱ھ) تحریر کرتے ہیں کہ: ہم سے حافظ ابن احمد بن مولانا محمد قاسم اور مولوی حبیب الرحمٰن اور شیخ محمود حسن نے بیان کیا یہ تینوں ثقہ ہیں' کہ ہم سے مولانا رشید احمد گنگوہی نے بیان کیا' ان سے مولانا مظفر حسن کاندھلوی نے کہا کہ میں نے اپنے شیخ مولانا سید احمد سے دس باتیں سنی ہیں۔ جن میں سے نو کا ظہور ہو چکا ہے' ایک جو باقی ہے وہ آپ کی غیوبت ہے۔؟ (ارمغانِ احباب معارف ج ۴۳ ص ۲۷۱ بحوالہ مولانا سندھی کے افکار و خیالات پر ایک نظر۔ ص ۷۷۔۷۸' ماخوذ از ہفت روزہ الاعتصام لاہور' ۲۷ جنوری ۸۴ھ)

اپنے عمدہ تاثرات کا اظہار کیا ہے۔

(نواب صاحب تحریر فرماتے ہیں)

''ان دونوں حضرات کے جو حالات ثقہ اہلِ عرب اور اہلِ ہند سے معلوم ہوئے ہیں وہ از روئے شرع کسی نکتہ چینی اور شرعی جرح کے محل نہیں ہیں۔ بلکہ ان کی معلوم سیرت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یہ حضرات علماء و صلحاء اور دیندار عابدوں میں تھے، خدا پرست اور انصاف دوست تھے...... دنیا دار علماء سوء جو بدعات اور آبائی رسوم کے خوگر ہوتے ہیں، ان کی مخالفت مقصود کے لیے چنداں مضر نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم...... البتہ نجدی فوج کے متعلق لوگوں کو کچھ شکائتیں ہیں، معلوم نہیں حقیقت کیا ہے۔ مگر شیخ کے عقائد جو انہوں نے اپنے رسائل میں تحریر فرمائے ہیں، شرک و بدعت کے رد میں ہیں اور ظاہر شریعت کے مطابق ہیں''۔ (ص۔۳۹۰) اس کے بالمقابل شیخ محمد بن عبدالوہاب کے بارے میں مولانا مدنی کے خیالات و تاثرات ملاحظہ کیجئے۔ مولانا مدنیؒ الشہاب الثاقب (۱) میں تحریر فرماتے ہیں)

''صاحبو! محمد بن عبدالوہاب ابتداء تیرھویں صدی (؟) میں نجد عرب سے ظاہر ہوا اور چونکہ خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا اس لئے اس نے اہلسنت والجماعت سے قتل و قتال کیا اور ان کو بالجبر اپنے خیالات کی تکلیف دیتا رہا...... ان کو قتل کرنے کو باعثِ ثواب و رحمت شمار کرتا رہا...... سلف صالحین اور اتباع کی شان میں نہایت گستاخی اور بے ادبی کے الفاظ استعمال کیے۔ بہت سے لوگوں کو بوجہ اس کی تکلیف شدیدہ کے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ چھوڑنا

۱؎ شائع کردہ کتب خانہ اعزازیہ دیوبند، مطبوعہ دیم پرنٹنگ پریس دیوبند۔

پڑا اور ہزاروں آدمی اس کے اور اس کی فوج کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔
الحاصل وہ ایک ظالم و باغی خونخوار فاسق شخص تھا۔ اسی وجہ سے اہل عرب کو
خصوصاً اس کے اور اس کے اتباع سے دلی بغض تھا، اور ہے اور اس قدر ہے
کہ اتنا قوم یہود سے ہے نہ نصاریٰ سے نہ مجوس سے نہ ہنود سے (ص ۴۲)
عقائد وہابیہ اور ان اکابر دیوبند کے معتقدات و اعمال میں زمین و آسمان بلکہ اس
سے زائد کا فرق ہے'' (ص ۴۳)

ہدایہ السائل الیٰ ادلۃ المسائل:

والا جاہ نواب صاحبؒ کی یہ کتاب بھی فارسی زبان میں ہے اور ۱۲۹۱ ھ کی تالیف ہے، اس میں ایک سو سے زائد سوالات کا جواب اور مسائل کی تحقیق کی گئی ہے۔ بیالیسواں سوال امام محمد بن عبدالوہابؒ نجدی کے متعلق ہے کہ یہ عبدالوہاب نجدی، جس کی طرف وہابیہ منسوب ہیں، کون شخص تھا، اس کے عقائد مذہب اہلِ سنت و جماعت کے مطابق تھے یا نہیں؟

جواب میں والا جاہ نے اولاً ''وہابیہ'' نسبت پر گرفت کی ہے اور لکھا ہے کہ ''جن لوگوں نے وہابیہ کو عبدالوہاب کی طرف منسوب کیا ہے، یہ ان کی غلطی ہے۔ کیونکہ صاحب دعوت عبدالوہاب نہیں بلکہ ان کے صاحبزادے (شیخ الاسلام) محمد بن عبدالوہاب تھے، انہوں نے لوگوں کو اتباع سنت کی دعوت دی اور رسوم شرکیہ و کفریہ اور بدعات و محدثات کی بیخ کنی کی۔ اس کے بعد شیخ کے نام و نسب اور صحیح صحیح تاریخ ولادت (۱۱۱۵ء) و تاریخ وفات (۱۲۰۶) ھ اور سلسلہ تعلیم و تربیت کو بیان کر کے شیخ کے عقائد نیز بعض دوسرے مسائل مثلاً اہل قبلہ کی تکفیر اور ان کو مباح الدم قرار دینے وغیرہ کے اصول پر روشنی ڈالی

ہے، شیخ کے احوال وعقائد کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔

''محمد بن عبدالوہاب عالم اور متبع سنت تھے' سنت مطہرہ کی اتباع ان کے نفس پر غالب تھی' ان کے رسائل مشہور ہیں مگر دیارِ ہند میں ان کی تالیفات عموماً دستیاب نہیں ہیں''۔ (ص ۱۱۴)

آ گے لکھتے ہیں: ''غرض کہ صاحبِ نجد' شیخ محمد بن عبدالوہاب کا مسلک وہی تھا جو شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد علامہ ابن القیم کا تھا[1] شیخ نے زبان و بیان اور شمشیر و سنان کے ذریعہ راہ خدا میں جہاد کیا اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیا۔ چونکہ اکثر لوگ ہوائے نفسانی میں گرفتار اور بدعات میں مبتلا تھے اس لیے ان پر شیخ کا طریقہ گراں گزرا اور دنیا طلب علمائے سوء اور جاہل عوام ہاتھ دھو کر ان کے پیچھے پڑ گئے اور ان پر طرح طرح کے افتراءات اور جھوٹ اور بہتان باندھے اور ان کو بدنام کرنے کی کوششیں کیں اور لوگوں کو ان کی باتوں اور ان کے اقوال و افعال سے دور رہنے کی سخت تاکید کی اور عوام کے ذہن میں یہ بات پیوست کر دی کہ محمد بن عبدالوہاب ایک نئے مذہب و مسلک کے پیروکار ہیں' حالانکہ یہ بات حقیقت کے بالکل خلاف تھی۔ شیخ تو مسلکاً حنبلی تھے اور حنابلہ...... امام احمد بن حنبل کے متبعین...... سنت کی اتباع کے سلسلہ میں پوری امت میں سب سے زیادہ پیش قدم ہیں' کیونکہ یہی راہ ان کے امام' امام اہلسنت احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی بھی تھی' ان کا مذہب یہ تھا کہ وہ کتاب وسنت کے ساتھ تمسک کرتے تھے' اگرچہ حدیث ضعیف ہو' اور حدیث کے مقابلہ میں وہ آراء رجال کی تقلید نہیں کرتے تھے' اگرچہ وہ رائے قوی ہی کیوں نہ ہو' (ص ۱۱۵)

---

[1] مولانا نعمانی نے بھی یہی بات کئی جگہ لکھی ہے' ملاحظہ ہوں صفحات ۵۰' ۵۱' ۶۵۔

شیخ محمد بن عبدالوہاب درحقیقت شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور علامہ ابن القیم کے نقش قدم پر گامزن تھے۔ انہوں نے خلقِ خدا کو اتباعِ سنت کی راہ پر لگایا' امت کو اتباع کی دعوت دینا فی نفسہ امر محمود ہے اللہ جس کو اس کی توفیق ارزانی فرمائے اور جسے اس سعادت عظمیٰ سے نواز دے' اور یہ سلسلۂ دعوت شیخ کے لشکریوں سے جو سنت کے خلاف اقوال و افعال سرزد ہو گئے ہوں مثلاً اپنے علاوہ دیگر مسلمانوں کی تکفیر اور مخالفین کو مباح الدم قرار دینے میں تشدد تو وہ بلاشبہ خطا ہے۔ لیکن اگر امیر عسکر نے اس کی اجازت نہ دی ہو اور وہ اس سے واقف اور راضی نہ ہو تو وہ اس کے حق میں باعثِ مذمت نہیں ہو سکتی''۔ (ص ۱۱۶)

(نواب صاحب کسی کی تکفیر کرنے اور اس کو خارج از اسلام قرار دینے کے اصول پر بحث کرنے اور اس سلسلے میں بہت زیادہ احتیاط کی تاکید کرنے کے بعد پھر لکھتے ہیں:)

''اگر محمد بن عبدالوہاب کے بعض ساتھیوں سے اس معاملہ میں بداحتیاطی ہوئی ہو تو وہ بہرحال غلط ہے لیکن یہ شیخ کا مذہب نہ تھا نہ وہ اس چیز کو پسند کرتے تھے' ان کے عقائد اور ان کے مقالات سب کے سب اہلسنت و الجماعت کے مواقف ہیں۔ بلکہ ان کو سلف امت اور آئمہ کی اتباع کی بنا پر ان تمام لوگوں پر فضیلت حاصل ہے جو خلفِ امت اور آراء رجال کے مقلد ہیں' شیخ کی دعوت سے نجد و حجاز اور یمن میں شریعت اسلامیہ کا احیاء اور بہت سے باطل امور کا استیصال ہوا۔ اللہ آپ کی خطا کو معاف فرمائے اور نیکیوں پر بہترین جزا سے نوازے۔''

"بہت سے عوام اور دنیا طلب علمائے سوء جنہیں شیخ کے حالات کی اطلاع نہیں ہے اور محض سنی سنائی افواہوں پر اعتماد کر کے بلا دلیل آپ کی اور آپ کے متبعین کی تکفیر و تضلیل کرتے ہیں۔ یہ لوگ درحقیقت نفسِ امارہ کے اغوا اور ابلیس کی تضلیل میں گرفتار ہو گئے ہیں۔ اللہ ہم سب کو معاف فرمائے۔

(شیخ الاسلام) محمد بن عبدالوہاب کے صاحبزادے (شیخ) عبداللہ کا ایک رسالہ ہے جو انہوں نے اسی وقت لکھا تھا جب (۱۲۱۸ھ) میں حرمین شریفین کو امیر محمد ابن سعود نے فتح کیا تھا۔ اور (شیخ) عبداللہ بھی اس کے ہمراہ تھے۔ وہ رسالہ اس بات کا شاہد عدل ہے کہ عبداللہ اور ان کے والد (محمد بن عبدالوہاب) پر لوگوں نے جو الزام و افتراءات لگائے ہیں اور اس بنا پر ان کے خلاف ہنگامے کھڑے کیے ہوئے ہیں۔ یہ حضرات ان سے بالکل بری ہیں۔ ان کا طرز فکر و عمل وہی ہے جو محدثین اور سلف صالحین کا ہے پس باوجود اس کے یہ حضرات ان عقائد فاسدہ سے (جو ان) کی طرف غلط طور پر منسوب کئے جاتے ہیں۔ انکار کرتے ہیں۔ انہیں اسلام کی راہ اور سلف کی راہ کی مخالفت کرنے اور دین جدید اور مذہب نا سدید ایجاد کرنے والا قرار دینا اور عرب و عجم کے ہر متبع سنت کو ان کا پیرو (مقلد) اور ان کے مسلک کی ترویج کرنے والا سمجھنا اور ان کا نام وہابی رکھنا انصاف پر ظلم اور حق کا خون بہانا ہے اور بہتان تراشی و دروغ گوئی کا گناہ سمیٹنا ہے۔ نعوذ باللہ من جمیع ما کرہ اللہ۔ سچ فرمایا اللہ پاک نے "وکذبوا بمالم یحیطوا بعلمه ولما یأتهم تاویله"

(پھر نواب صاحب یہ جتانے کے بعد کہ ہم شیخ محمد بن عبدالوہاب یا ان جیسے کسی عالم بلکہ متقدمین علماء امت میں سے بھی کسی کے مقلد نہیں ہیں' بلکہ ہمارا شیوہ کتاب وسنت کی پیروی ہے۔ آگے لکھتے ہیں)۔

"غایت الامر یہ کہ وہ (شیخ محمد بن عبدالوہاب) مرد صالح اور عالم متبع (کتاب وسنت کی پیروی کرنے والے) تھے۔ ان کے احوال کا صحیح علم رکھنے والے ان کے ساتھ غائبانہ محبت رکھتے ہیں۔ کیونکہ حدیث میں ہے "الحب لله والبغض لله" (۱) لیکن یہ بات نہیں کہ حق کو شیخ کے اندر منحصر اور ان کی تقلید کو واجب سمجھتے ہوں اور ان کے علاوہ لوگوں کو گمراہ اور کافر قرار دیتے ہوں۔" (ص ۱۱۸' ۱۱۹)

(اس کے بالمقابل "الشہاب الثاقب" کے مزید کچھ اقتباسات پڑھیئے حضرت مولانا مدنی تحریر فرماتے ہیں:)

"یہ (احمد رضا خاں بریلوی) مردود بھی مثل اپنے شیخ نجدی کے ان جملہ اکابر (دیوبند) سے مناکحت مجالس وغیرہ حرام جانتا ہے۔ ان کو ایذا دینی اور عزت ہتک کرنی اور تکالیف نفسی و مالی پہنچانی واجب کہتا ہے'...... پس درحقیقت یہ پورا پورا متبع اپنے شیخ نجدی کا ہوا اور خود وہ (احمد رضا) اور اس کے اتباع وہابی ہیں۔" (۲) (ص ۴۴)

"وہابیہ (شیخ محمد بن عبدالوہاب کے متبعین) مسئلہ شفاعت میں ہزاروں تاویلیں' اور گھڑنت کرتے ہیں اور قریب قریب انکار شفاعت کے

---

۱ مکمل الفاظ اور ترجمہ یہ ہے...... "افضل الاعمال الحب فی الله والبغض فی الله" "اللہ تعالیٰ کے لیے (کسی سے) محبت کرنا اور اسی کے لیے نفرت کرنا افضل عمل ہے" (ابوداؤد' کتاب السنۃ' ح ۴۵۹۹) (کاشف)

۲ تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو' ایک مجدد بدعت کو قامع بدعت کا پیرو قرار دیا جا رہا ہے۔

بالکل پہنچ جاتے ہیں۔'' (ص ۴۷)

نیز ''شانِ نبوت و حضرت رسالت علیٰ صاحبہا الصلاۃ و السلام میں وہابیہ نہایت گستاخی کے کلمات استعمال کرتے ہیں اور نہایت تھوڑی فضیلت زمانۂ تبلیغ کی مانتے ہیں اور اپنے آپ کو مماثلِ ذاتِ سرورِ کائنات خیال کرتے ہیں اور اپنی شقاوتِ قلبی وضعفِ اعتقادی کی وجہ سے جانتے ہیں کہ ہم عالم کو ہدایت کر کے راہ پر لا رہے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ رسولِ مقبول ﷺ کا کوئی حق اب ہم پر نہیں اور نہ کوئی احسان اور فائدہ ان کی ذات پاک سے بعد وفات ہے۔'' (ص ۴۷)

(مدنی صاحب محبت نبوی کے ثبوت میں مولانا نانوتوی کے چند اشعار نقل کرنے کے بعد رقمطراز ہیں۔)

''کیا یہی حالت وہابیہ خبیثہ کی ہے' کیا یہی کلمات ان کی گندی زبانوں سے نکلتے ہیں۔ کیا اسی قسم کی لطیف اور دلآویز تحریرات ان کے ناپاک قلموں سے شائع ہوتی ہیں۔؟

ہرگز نہیں۔ وہ خبثاء اس قسم کی گفتگو کو معاذ اللہ بد دینی و شرک خیال کرتے ہیں۔ ان مضامین کو واہیات و خرافات میں مندرج کرتے ہیں۔'' (ص ۵۱)

(مولانا مدنی کی ''دل آویز تحریروں کا سلسلہ ابھی ختم نہیں ہوا ہے۔ ان کے مزید ارشادات عالیہ ملاحظہ کیجیے' فرماتے ہیں۔)

فتاوی رشیدیہ میں متعدد مقامات میں مولانا گنگوہی نے طائفہ وہابیہ غیر مقلدین کو فاسق تحریر فرمایا ہے اور ان کی اقتداء کو مکروہ کہا کہ سلف صالحین

وآئمۂ مجددین رحمہم اللہ تعالی کی شان میں گستاخی کرنے کی وجہ سے فسق عائد ہوتا ہے۔(ص ۶۴)

''وہابیہ خبیثہ کثرتِ صلوٰۃ وسلام ودرود بر خیر الانام علیہ السلام اور قرأت دلائل الخیرات وقصیدہ بردہ وقصیدہ ہمزیہ وغیرہ اور اس کے پڑھنے اور اس کے استعمال کرنے وورد بنانے کو سخت قبیح ومکروہ جانتے ہیں۔''(ص ۶۶)

''ان جہلاء (وہابیہ) کے نزدیک معاذ اللہ زنا اور سرقہ کرنے والا اس قدر ملامت نہیں کیا جاتا' اور وہ اعلیٰ درجے کے فجار وفساق سے وہ نفرت نہیں کرتے جو تمباکو کے استعمال کرنے والے سے کرتے ہیں۔''(ص ۶۶)

مولانا مدنی نے شیخ الاسلام کے متبعین کو بار بار ''وہابیہ خبیثہ'' کے لقب سے یاد کیا ہے مثلاً ص ۵۴ پر ایک جگہ لکھتے ہیں:

''مولانا رشید احمد گنگوہی اور ان کے متبعین کا عقیدہ بہ نسبت حضرت سرور کائنات علیہ الصلوۃ والسلام کے' وہ نہیں جو وہابیہ خبیثہ رکھتے ہیں۔''

(نیز ملاحظہ ہو ص ۵۱' ۶۵' ۶۶)

(وہابیوں کے فقہی مسلک کا ذکر کرتے ہوئے مولانا مدنی لکھتے ہیں:)

وہابیہ کسی خاص امام کی تقلید کو شرک فی الرسالۃ جانتے ہیں اور آئمہ اربعہ اور ان کے مقلدین کی شان میں الفاظ واہیہ خبیثہ استعمال کرتے ہیں' اور اس کی وجہ سے مسائل میں وہ گروہ اہلسنت والجماعت کے مخالف ہو گئے۔ چنانچہ غیر مقلدین ہند اسی طائفہ شنیعہ کے پیرو ہیں......''

......ان کا (وہابیہ نجد عرب کا) اکابر امت کی شان میں الفاظِ گستاخانہ بے ادبانہ استعمال کرنا معمول بہ ہے''۔(ص ۶۲۔۶۳)

(شہاب ثاقب سے ایک اقتباس اور ملاحظہ فرمائیں مولانا مدنی نے اکابرین دیو بند اور وہابیوں میں آٹھویں وجہ اختلاف یوں بیان کی ہے)۔

''خود احقر نے (حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی سے) سوال کیا کہ بعد چالیس روز کے جالی شریف میں اندرونِ حجرہ مطہرہ اہلِ مدینہ بچوں کو داخل کرتے ہیں۔ اور خادم روضہ مطہرہ اس کو لے جا کر سامنے روضۂ اقدس کے قبلہ کی طرف لٹا دیتا ہے اور دعا مانگتا ہے' یہ فعل کیا ہے؟ تو آپ نے استحسان فرمایا (اچھا جانا) اور پسند کیا۔ ذرا غور کرنے کی بات ہے کہ کیا وہابیہ خبیثہ ان افعال کو جائز کہتے ہیں' کیا ان کو وہ شرک و کفر و بدعت وغیرہ نہیں سمجھتے [1]؟ اسی وجہ سے ہم نے اپنے بچوں کو بارہا حجرۂ مطہرہ نبویہ میں داخل کیا ہے (ص ۵۳' ۵۴)

نجد سے متعلق ایک حدیث کی غلط تاویل کر کے یاروں نے نجد اور اہل نجد کی مذمت و منقصت کا پہلو نکال لیا تھا' اور شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کو اس کا مصداق ٹھہراتے اور آپ کو مطعون کرتے تھے۔ نواب صاحب' ایسے برخود غلط لوگوں کی تردید کرنے اور اس سلسلہ میں متعدد روایات نقل کر کے ان کا صحیح معنی و مصداق بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

''ان تمام روایات سے معلوم ہوا کہ حدیث نجد کا مصداق وہ ہے جو فتنے پیدا کرے نہ کہ وہ جو سنتوں کو زندہ کرے۔ اس لیے حدیث نجد کو ابن عبدالوہاب نجدیؒ پر چسپاں کرنا غلط ہے' اور موصوف کا حسنِ کردار اور صدق گفتار اس سے مانع ہے۔ کیونکہ محمد بن عبدالوہاب کی دعوت محمد رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرنے

---

[1] تو کیا ان افعال کے بدعت ہونے میں کوئی شبہ ہے؟ کیا کتاب و سنت سے ان افعال کے مستحسن ہونے [illegible]

کی دعوت تھی' نہ کہ اس کے خلاف چلنے کی۔ ان کا طریقہ سلف صالحین کے طریقہ کے مطابق تھا' نہ کہ اہلِ بدعت کے طریقے کے مطابق جیسا کہ ان کے احوال کی صحیح خبر و واقفیت رکھنے والوں کو معلوم ہے۔ پس وہ ہرگز اس حدیث نجد کا مصداق نہیں ہو سکتے''۔ (ص ۱۲۴)

اتحاف النبلاء

یہ نواب والا جاہؒ کی بہت مشہور کتاب ہے۔ پورا نام ہے ''اتحاف النبلاء المتقنین باحیاء مآثر الفقہاء المحدثین'' یہ بھی فارسی زبان میں ہے اور موضوع نام سے ظاہر ہے۔ یہ مذکورہ بالا کتابوں سے پہلے یعنی ۱۲۸۶ھ کی تالیف ہے۔ اس میں بھی شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب کا اچھے انداز میں تذکرہ موجود ہے۔ مولانا مسعود عالم ندوی مرحوم نے بھی لکھا ہے کہ ''اتحاف النبلاء میں ان کا بیان ایک حد تک اچھا اور حقیقت سے قریب تر ہے۔'' لائق عبرت بات یہ ہے کہ اتحاف النبلاء میں شیخ کا یہ تذکرہ اس وقت بھی محترم مولانا نعمانی کے پیش نظر تھا جب وہ اپنی کتاب ''شیخ محمد بن عبدالوہاب کے خلاف پروپیگنڈہ'' کی تالیف کر رہے تھے، کیونکہ اتحاف النبلاء کے ان ہی صفحات سے جن میں شیخ محمد بن عبدالوہاب کا تذکرہ ہے۔ مولانا نے اپنی مذکورہ کتاب میں اقتباسات نقل کیے ہیں۔ اگر ہم اسے تلبیس نہ کہیں تو مولانا نعمانی ہی بتائیں کہ وہ کون سا معیار انصاف ہے جس کی بنا پر موصوف نے ''حقیقت سے قریب تر'' اس تذکرہ کا کوئی تذکرہ نہیں کیا بلکہ تصویر کا یہ روشن رُخ پیش کرنے سے ہر جگہ پرہیز کیا۔

بہرحال نواب والا جاہؒ نے شیخ کا تذکرہ علامہ شوکانیؒ کے ایک فاضل شاگرد شیخ محمد بن ناصر حازمی متوفی ۱۲۸۳ھ کی ایک کتاب سے اخذ کر کے لکھا ہے۔ خود نواب صاحب

لکھتے ہیں:

سید داؤد بن سلیمان بغدادی (م ۱۲۹۹ھ) نے شیخ محمد بن عبدالوہاب کے رد میں ایک رسالہ ''صلح الاخوان'' کے نام سے لکھا تھا، اس کے جواب میں شیخ محمد بن ناصر حازمی نے بطور محاکمہ ایک رسالہ لکھا، جس کا نام ہے ''فتح المنان فی ترجیح الراجح و تزئیف الزائف من صلح الاخوان''۔ شیخ کے حالات جو یہاں درج کیے جا رہے ہیں اسی سے ماخوذ ہیں۔''

پھر نواب صاحب نے اس کتاب کا ایک طویل اقتباس نقل کیا ہے جس میں مصنف (شیخ حازمی) نے اولاً شیخ الاسلام کی مختصر سوانح حیات کا اچھے انداز میں تذکرہ کیا ہے اور بتایا ہے کہ شیخ محمد بن عبدالوہاب عالم متبع تھے۔ اتباعِ کتاب وسنت ان پر غالب تھی، ان کی دعوت سے حجاز اور یمن میں بڑی حد تک شریعت کا احیاء اور بہت سے باطل (امور) کا استیصال ہوا۔ اور رسالہ صلح الاخوان کے بارے میں رائے ظاہر کی ہے کہ تکفیر اور قتال کے متعلق سید داؤد نے شیخ کے خلاف جو کچھ لکھا ہے، وہ صحیح اور درست ہے۔ البتہ شیخین' ابن تیمیہ اور ابن قیم رحمہا اللہ تعالیٰ کے سلسلہ میں سید داؤد کے خیال کی پوری تردید کی ہے اور بتایا ہے کہ یہ دونوں بزرگ جلیل القدر امام، عالم باعمل، صاحبِ تقویٰ اور بے لوث ثقہ اور صاحبِ عدل وانصاف تھے۔ انہوں نے دین کی راہ میں مشقتیں برداشت کیں اور اپنا فرض ادا کیا۔ نواب صاحب اس اقتباس کو نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں۔

''بہت سے اہل علم شیخ محمد بن عبدالوہاب کے حالات سے ناواقف ہونیکی وجہ سے یا تعصب ونفسانیت کی بنا پر ان کی تکفیر وتضلیل کرتے ہیں، حالانکہ قرآن وحدیث سے ان کے پاس شیخ کی تکفیر وتضلیل کی کوئی دلیل نہیں ہے۔'' (ص ۴۱۴)

اس کے بعد نواب صاحب نے ابنِ عابدین شامی کے بعض الزامات کا ذکر کیا ہے

اور اس کی تردید کے لیے شیخ الاسلام کے صاحبزادے شیخ عبداللہ کے ایک رسالہ کا خلاصہ نقل کیا ہے۔ یہ رسالہ بقول مولانا نعمانی شیخ کی دعوت اور مسلک کی وضاحت اور بہتانوں کی تردید میں بہت اہم اور جامع اور واضح رسالہ ہے۔ یہ رسالہ شیخ عبداللہ نے اس وقت لکھا تھا جب ۱۲۱۷ھ میں اس وقت کی سعودی حکومت کا پہلی دفعہ حرمین پر اقتدار قائم ہوا تھا۔ رسالہ میں اس وقت کی پوری روداد بھی ہے اور اپنی دعوت و مسلک کی وضاحت بھی، اور جیسا کہ بیان کیا گیا، بہتانوں کی تردید بھی۔

رسالہ مذکور کا خلاصہ پیش کرنے کے بعد نواب صاحب' شیخ محمد بن عبدالوہاب کے بارے میں ابنِ عابدین شامی صاحبِ ردالمختار حاشیہ درمختار کے خیال کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس سے ابنِ عابدین شامی کی (شیخ الاسلام کے بارے میں) اس رائے کا کمزور ہونا ثابت ہو گیا کہ شیخ الاسلام اپنے (اور اپنی جماعت کے) علاوہ سب کو مشرک گردانتے ہیں اور اسلام کو اپنے طریقہ کے اندر منحصر سمجھتے ہیں۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ شیخ الاسلام کا عقیدہ تمام تر اہل سنت و جماعت کے موافق ہے اور ان کی طرف جو بہت سی نامعقول باتوں اور باطل عقائد کی نسبت کی جاتی ہے وہ سب بالکل جھوٹ اور شیخ پر افترا ہے۔ یہ بہتان تراشیاں اور دروغ بافیاں شیخ کی زندگی میں بھی ان کے متعلق کی جاتی رہیں اور وہ ان کا انکار اور ان سے برأت کا اظہار کرتے رہے۔ الغرض شیخ محمد بن عبدالوہاب کو کسی ناپسندیدہ مذہب اور نئے دین کا ایجاد کرنیوالا قرار دینا اور پھر شرک و بدعت کے ہر مخالف کو ان کا پیرو اور مقلد سمجھنا، راہِ انصاف سے دور ہے۔ (ص ۴۱۶)

التاج المکلل:

یہ ۱۲۹۸ھ کی تصنیف ہے اور نواب صاحب کی انتہائی مشہور و مقبول کتابوں میں ہے۔ اس میں شیخ محمد بن عبدالوہاب کے تذکرہ میں جو کچھ لکھا گیا ہے، وہ سب قاضی شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''البدر الطالِع'' سے ماخوذ ہے اور قاضی شوکانیؒ محترم مولانا نعمانی (مدظلہ) کے لفظوں میں ''شیخ محمد بن عبدالوہاب کی دعوتِ اخلاص' توحید و اتباع شریعت اور اس راستہ میں ان کی جدوجہد اور اس کے مبارک اثرات و نتائج کے معترف اور بڑے قدرداں ہیں'' چنانچہ انہوں نے، البدر الطالع، میں شیخ الاسلام کا عمدہ الفاظ میں تذکرہ کیا ہے۔ اور ان شاندار القابات کے ساتھ ملقب فرمایا ہے:

''الشیخ العلامہ محمد بن عبدالوہاب الداعی الی التوحید، المنکر علی المعتقدین فی الاموات''

البتہ شیخ کے مسلک کے بارے میں بعض امور کی بابت قاضی شوکانی کو صحیح معلومات و اطلاعات نہیں مل سکی تھیں جس کے وہ خود بھی شاکی ہیں۔ جیسے تکفیر و قتال کا مسئلہ، اسی لیے انہوں نے ان امور کا تذکرہ شک کے ساتھ کیا ہے، نیز اہل نجد کے خارجی ہونے کے الزام کی نفی و تردید بھی کی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

''بعض لوگوں کا خیال ہے کہ صاحب نجد (امیر عبدالعزیز بن محمد بن سعود) خارجیوں کے عقائد رکھتے ہیں، مگر میں اس کو صحیح نہیں سمجھتا، کیونکہ یہ لوگ محمد بن عبدالوہاب کے بتائے ہوئے طریقہ پر عمل کرتے ہیں اور وہ حنبلی المذہب تھے۔ مدینہ منورہ کے شیوخ سے حدیث کا علم حاصل کیا اور نجد واپس آ کر بعض متاخرین حنبلی علماء جیسے ابن تیمیہؒ و ابن قیمؒ وغیرہ کے اجتہادات کے مطابق سرگرم عمل ہو گئے اور یہ حضرات بدعتیوں کے خلاف سخت ترین لوگوں میں تھے۔'' (التاج المکلل ۳۳۴)

نواب صاحب نے قاضی شوکانی کے تمام بیانات کو تصدیق کی شکل میں نقل فرمایا ہے، پھر یہ بات ہماری فہم سے بالاتر ہے کہ محترم نعمانی صاحب نے کس اصول کی بنا پر قاضی شوکانی کو شیخ محمد بن عبدالوہاب کا قدرداں اور نواب صاحب کو توہین کنندہ اور مخالف بتایا ہے؟

ترجمان وہابیہ اور اس کی تالیف کا پس منظر:

وہابیت کے باب میں نواب صاحب کو مطعون کرنے کے لیے چونکہ مولانا نعمانی نے نواب صاحب کی دیگر تمام تالیفات کو نظر انداز کر کے نہایت چابکدستی سے اسی کتاب ''ترجمانِ وہابیہ'' کا انتخاب کیا ہے۔ اس لئے اس کے بارے میں ذرا تفصیلی گفتگو مناسب ہے۔ نواب صاحب کی یہ کتاب ۱۳۰۰ھ مطابق ۱۸۸۴ء میں لکھی گئی ہے۔ یہ زمانہ نواب والا جاہ کے لیے انتہائی پرآشوب تھا، آپ کو بدنام اور معتوب کرانے کے لیے، حاسدین و مبغضین نے آپ پر انواع واقسام کے مذہبی وانتظامی الزامات قائم کر کے حکام گورنمنٹ برطانیہ تک آپ کی شکایتیں پہنچائیں۔ جن شکایتوں سے انگریز افسروں کے کان بھرے گئے ان میں بڑی شکایت یہ تھی کہ

''نواب صدیق حسن خاں انگریزی حکومت کے خلاف جہاد کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ اور وہابیت کی تبلیغ کرتے ہیں۔''

ان دونوں الزامات کی روح ایک ہی تھی یعنی حکومت کے خلاف بغاوت، اس زمانہ میں ''وہابیت'' اور بغاوت ہم معنی لفظ تھے، چنانچہ کتنے ہی اہلحدیث تھے جو صرف کسی کے وہابی کہہ دینے پر مواخذہ میں آئے اور حبسِ دوام بعبور دریائے شور کی سزا اور طرح طرح کے مظالم کا نشانہ بنے۔ نواب صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں۔

''جو لوگ فسادی تھے انہوں نے حکام کے ذہن میں یہ بات ڈالدی تھی کہ جو لوگ وہابی کہلاتے ہیں وہ سرکار انگریزی کے دشمن ہیں۔ سرکار نے جو غور فرمایا تو یہ دریافت کیا کہ مطلق وہابی کے کہنے سے کوئی ہمارا دشمن نہیں سمجھا جاتا جب تک کوئی جرم بغاوت اس سے صادر نہ ہو۔ مگر یہ بات مدت دراز کے بعد سرکار نے سمجھی، ورنہ ایک زمانہ میں صرف کسی کے وہابی کہہ دینے پر مواخذہ ہو جاتا تھا۔'' (ترجمان وہابیہ ص ۶۵)

اور اس مواخذے کی سختی کا عالم یہ تھا کہ نواب صاحب ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:

''کسی وہابی کے لیے عدالتہائے قانونی میں انصاف پانا ناممکن ہے، کیونکہ اس علت وہابی کے معلوم ہوتے ہی حاکم عدالت اس کے خلاف پر آمادہ ہو جاتا ہے'' (ترجمان وہابیہ ۶۷)

دشمنانِ والا جاہ کی ریشہ دوانیوں نے حالات کو آپ کے خلاف کس قدر نازک موڑ پر پہنچا دیا تھا اس کی تصویر کشی ممدوح کے خلف الرشید نوابزادہ محمد علی حسن خان صاحب نے یوں کی ہے:

''بھوپال محشر ستانِ آشوب بنا ہوا تھا (حاسدین اور سرکاری حکام کے نزدیک) والا جاہ سے بڑھ کر کوئی غیر وفادار اور بدخواہ ملک و گورنمنٹ نہ تھا۔ دار و گیر کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں...... دست ستم دراز ہو چکا تھا، تیغ بے داد بے نیام ہو چکی تھی اور ایک آل رسول قربان گاہِ آزمائش میں فیصلہ سر و تن کا منتظر کھڑا تھا اور وہ وقت آ چکا تھا کہ یہ صدائے سرمدی بلند ہو ؎

عمریست کہ آں جلوہ منصور کہن شد   من از سرِ نو جلوہ دہم دار و رسن را

کہ ناگاہ مشیت ایزدی نے آگے بڑھ کر ہاتھ پکڑ لیا، تیغ بیداد خمیدہ ہو کر سر بسجود ہو گئی۔

طغیانِ ناز بیں کہ جگر گوشہء خلیل آمد بزیر تیغ و شہیدش نمی کنند

جب گورنمنٹ آف انڈیا کے سامنے باضابطہ مقدمہ پہنچا تو اس نے بعد تحقیق ''ناواجب مطالبات کو رد کر کے مصلحتاً...... والا جاہ کے انتزاع خطابات و اختیارات پر قناعت کی اور ۱۳۰۲ھ کو انتزاع خطاب کا اعلان عام کیا اور نظم ریاست میں ممدوح کو دخل دینے سے ممانعت کر دی گئی۔''

اس ہنگامہ رستخیز میں والا جاہ مرحوم کا نہ کوئی یار و غمگسار تھا، نہ کوئی معاون و صلاح کار، صرف خدائے حافظِ حقیقی کی حفاظت و نصرت اور رئیسہ عالیہ (ریاست بھوپال شاہجہاں بیگم، شریک حیات نواب صاحب) کی سچی رفاقت اور بے نظیر وفاداری ان کی پشت پناہ تھی۔''

تالیف کا مقصد و موضوع:

یہ تھے وہ نازک و پُر آشوب حالات جن میں نواب صاحب نے ''ترجمان وہابیہ'' لکھی جس کا مقصد و موضوع درحقیقت بغاوت کے الزام کی تردید تھی، چنانچہ خود مصنف نے اس کی تالیف کی غرض و غایت اور اس کا موضوع صراحتاً بیان کیا ہے۔ تحریر فرماتے ہیں:

''یہ رسالہ اس غرض سے لکھا گیا ہے کہ سرکار عالیہ برٹش کو یہ بات معلوم ہو جائے کہ مسلمانان ریاستہائے ہندو رعایائے ہند میں کوئی بدخواہ اس دولتِ عظمیٰ کا نہیں ہے، اور جن مسلمانانِ ریاست وغیرہ پر دشمن ان کے تہمت دہابیت کی لگاتے ہیں وہ ہرگز وہابی نہیں اور اصل مذہب صحیح اسلام میں مسئلہ جہاد کس طرح ہے اور غرباء اہلِ اسلام بلکہ بعض امراء مسلمین جن کی ایسی مخبری غلط پیشتر کبھی ہوئی ہے یا اب ہوئی ہے وہ اس راہ و رسم سے

بالکل بری ہیں۔'' (ص ٦)

...... پھر سرگزشت اپنی آخر رسالہ میں جو ایک سبب اصلی تالیف اس مقالہ کا بھی ہے لکھوں گا۔ (ص ٨)

اور فی الواقع یہی امور اس کتاب کے اندر بیان کئے گئے ہیں۔ مگر اس صراحت کے برخلاف محترم مولانا منظور صاحب نعمانی مدظلہ لکھتے ہیں کہ:

(نواب صاحب نے) شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ان کی دعوت و مسلک سے اپنی اور جماعت اہلحدیث کی برأت ظاہر کرنا اور ان کو مطعون و مجروح کرنا اور فسادی تک قرار دینا ضروری سمجھا ان کی کتاب ''ترجمان وہابیہ'' کا یہی مقصد اور موضوع ہے۔'' (ص ۷۷)

آپ ایک طرف اصل حقیقت دیکھئے اور دوسری طرف مولانا نعمانی کا بیان، پھر

ببیں تفاوتِ رہ از کجا است تا بکجا

نعمانی صاحب نے یہ تو بجا فرمایا کہ نواب صاحب ممدوح نے ''ترجمان وہابیہ'' میں ''وہابیت'' سے برأت ظاہر کی ہے۔ لیکن وہابیت سے برأت اور شیخ محمد بن عبدالوہاب کو علی الاطلاق مطعون و مجروح کرنے اور فسادی قرار دینے میں بڑا فرق ہے۔ نواب صاحب نے مذکورہ کتاب میں کئی جگہ وہابیت کے رائج الوقت انواع و معانی درج کیے ہیں۔ از انجملہ ایک وہابیت بمعنی بغاوت اور دوسرے وہابیت بمعنی تقلید و پیروی محمد بن عبدالوہاب۔ پھر دونوں سے اپنی برأت ظاہر کی ہے۔ خواہ وہابیت بمعنی بغاوت ہو یا بمعنی ''تقلید و پیروی محمد بن عبدالوہاب''۔

اور ایک اپنی ہی برأت کیا انہوں نے تو اسی ''ترجمان وہابیہ'' میں صاف صاف اور بار بار لکھا ہے کہ ہندوستان میں وہابی کوئی نہیں، کیونکہ وہابی ہونے کی جو وجوہ ہوسکتی ہیں وہ

ان میں پائی نہیں جاتیں، ہندوستانی مسلمانوں میں شیعی وحنفی تو ظاہر ہے کہ اپنے اپنے خاص امام کے پیرو اور مقلد ہیں نہ کہ شیخ محمد بن عبدالوہاب کے (جن کی طرف وہابی منسوب ہیں) اور رہے اہلحدیث تو وہ شیخ محمد بن عبدالوہاب کیا آئمہ متقدمین میں سے بھی کسی ایک معین امام کے پیرو اور مقلد نہیں ہیں۔ ان لوگوں کا شیخ سے نہ تقلیدی رشتہ ہے نہ شاگردی ومریدی کا علاقہ۔ ہندوستان کی تحریک اہلحدیث وتحریک شہیدین نجدی تحریک سے نہ تاثر کا نتیجہ ہے نہ اس سے وابستہ ہے بلکہ وہ مستقل تحریک ہے جس کی بنیاد کتاب و سنت کی اتباع اور عدم تقلید شخصی پر ہے۔ اس لیے اہلحدیث نیز شیعی وحنفی بھی کسی طرح اپنے لیے ''وہابی'' کا لقب پسند نہیں کرتے۔

نواب صاحب نے ''ترجمان وہابیہ'' کی فصل سوم میں اہلحدیث کے ''وہابی'' نہ ہونے کی متعدد وجوہ بیان کی ہیں۔ وجہ سادس میں۔ جس کا اقتباس مولانا نعمانی نے پیش کیا ہے' یہ بیان کیا ہے کہ:

''اہلحدیث کے احوال وطبقات کی صدہا ہزارہا کتابیں بطور تاریخ مذہب اسلام میں موجود ہیں، ان کی نسبت کسی کتاب میں کسی جگہ حال فساد وغدر کا نہیں لکھا ہے۔ بخلاف محمد بن عبدالوہاب کے کہ حال اس کے فساد کا تاریخ مصر ودیگر کتب مؤلفہ علماء عیسائی مطبوعہ بیروت وغیرہ میں مفصل تحریر ہے۔'' (ص ۳۰)

اس تحریر سے نواب صاحب کا مقصد بالکل واضح ہے کہ ہم پر ''وہابیت'' کا الزام لگانا اور ہمیں ''وہابی'' قرار دینا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ ہم اپنے مخالفین یا حکومت وقت سے جنگ وقتال نہیں کر رہے ہیں۔ اور شیخ محمد بن عبدالوہاب کی ان کے مخالفین امراء وشیوخ سے حرب وضرب اور جنگیں ہوئیں۔

یہاں نواب صاحب کی یہ احتیاط بھی ملحوظ رہے کہ وہ محمد بن عبدالوہاب کو خود

فساد سے متصف نہیں کرتے بلکہ انگریز گورنمنٹ کو یہاں یہ بتارہے ہیں کہ تمہارے عیسائی مصنفین نے ان کے فساد کا جو حال لکھا ہے ویسا حال اہلحدیث لوگوں کا کسی کتاب میں بھی نہیں مل سکتا۔ پس خود گورنمنٹ کے مسلمات کی رو سے اہلحدیث کو وہابی قرار دینا کیونکر قرین انصاف ہوسکتا ہے؟ یعنی نواب صاحب نے نہ اس کا دعویٰ کیا ہے اور نہ اسے اپنی ذاتی رائے قرار دیا ہے کہ محمد بن عبدالوہاب واقعتاً فسادی تھے بلکہ یہ بتایا ہے کہ دوسرے لوگوں نے ان کے بارے میں ایسا لکھا ہے۔ مگر مولانا نعمانی کا کمال دیکھئے کہ انہوں نے یہ ''فساد'' جڑ دیا کہ نواب صاحب شیخ کو مجروح و مطعون کرنا اور فسادی قرار دینا ضروری سمجھتے تھے اور یہی ترجمان وہابیہ کا موضوع ہے۔ پھر نعمانی صاحب کو اس تلبیس سے اس قدر دلچسپی ہے کہ نہ انہوں نے طعن و فساد کے دائرے کی حد بندی کی وضاحت مناسب سمجھی نہ نواب صاحب کی ان تحریروں کی طرف اشارہ کرنا مناسب سمجھا، جن میں شیخ ممدوح کی خوبیوں اور اصلاحی اقدامات کا اعتراف ہے، حالانکہ نواب صاحب کے ہی بیان کو موصوف کی دوسری تحریروں کے سیاق وسباق میں رکھ کر ہی پڑھنا چاہئے۔ انصاف اور معقولیت کا تقاضا یہی ہے۔ کوئی کسی شخص کی خوبیوں کا زبردست اعتراف و ذکر کرنے کے ساتھ اس کے کسی ایک اقدام سے اختلاف کا اظہار کرے اور اس کو فساد سے تعبیر کرے تو اس کو اس کے حقیقی پس منظر میں دیکھنا چاہئیے اور اس کا جو واقعی مقصد ہے اسے ظاہر کرنا چاہئے۔ نہ یہ کہ اس پر تہمت تراشی کر کے اس کی معمولی بات کو بھیانک شکل دیدی جائے اور اسے مجرم کے کٹہرے میں کھڑے کرنے کی کوشش کی جائے جیسا کہ نعمانی صاحب نے کیا ہے۔

نواب صاحب نے ترجمانِ وہابیہ میں محمد بن عبدالوہاب کو بذاتِ خود مطعون و مجروح نہیں کیا ہے نہ فسادی کہا ہے۔ بلکہ الزامی جواب کے طور پر دوسروں کی بات نقل کی

ہے اور پھر دوسروں کے الزام کو بھی صرف جنگ وقتال کے معاملے میں نقل کیا ہے۔ رہا جنگ وقتال کے علاوہ دیگر عقائد واعمال کے اعتبار سے مجروح ومطعون کرنے کا معاملہ تو آپ ترجمانِ وہابیہ کی آٹھوں فصلیں، مقدمہ اور خاتمہ پڑھ جائیے، کہیں بھی آپ کو شہاب ثاقب کی سی خرافات وافتراءات اور جرح وطعن نہیں ملیں گی یعنی کسی بھی فصل میں شیخ الاسلام کو شہاب ثاقب کی طرح ''بدعقیدہ، فاسق، خبیث، مخالف اہلسنت والجماعت، ظالم وخونخوار وغیرہ لکھا ہوا نہیں ملے گا۔ حتیٰ کہ اس کتاب میں نواب صاحب نے وہ مشہور عام الزام بھی بطور خود وثوق کے ساتھ کہیں ذکر نہیں کیا ہے کہ شیخ اپنے اور اپنی جماعت کے علاوہ تمام مسلمانوں کو کافر ومباح الدم سمجھتے تھے۔ بلکہ اس سب کے برخلاف کئی جگہ یہ صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ:

''نیا مذہب نکالنے کی نسبت ان کی طرف کرنا (یعنی شیخ محمد بن عبدالوہاب کی طرف) بظاہر غلط محض ہے۔ اس لیے کہ وہ مذہب حنبلی میں پہلے سے آخر تک رہے۔'' (ص ۱۵)

اس کے باوجود معلوم نہیں مولانا نعمانی نے کس بنیاد پر یہ لکھ دیا کہ ترجمانِ وہابیہ کا مقصد وموضوع شیخ کو (علی الاطلاق) مجروح ومطعون کرنا ہے۔

مولانا کو اپنے اس دعوے کے ثبوت میں شیخ کے متعلق مذکورہ بالا اقتباس کے علاوہ اور کوئی عبارت نہیں ملی تو فصل ششم سے جس میں امراء آلِ سعود کا مختصر ترجمہ وتذکرہ اور مخالفین امراء وقت سے ان کی جنگوں کا حال لکھا ہے۔ امیر سعود بن عبدالعزیز (م۱۲۲۹ھ/ ۱۸۱۴ء) کے حالات میں سے اس حصہ کا اقتباس نقل کیا ہے، جس میں ان کے مدینہ میں داخلہ اور قبضہ کا حال مذکور ہے جو بقول مولانا نعمانی صاحب انتہائی اشتعال انگیز ہے اور یہ سعود بن عبدالعزیز شیخ محمد بن عبدالوہاب ہی کے فیض یافتہ بلکہ ساختہ پرداختہ تھے۔ اس

لیے یہ اشتعال انگیزی گویا شیخ کے خلاف ہے مگر مولانائے محترم نے اس کو نظر انداز کر دیا کہ اسی فیض یافتہ کے بارے میں اس کی سیرت و کردار کے بارے میں پہلے یہ لکھا ہے کہ:

''اور اس میں تدین اور حلم اور عدل تھا، اس لیے خاص اور عام اس کی طرف میلان رکھتے تھے اور اجراء احکام میں ایک شمشیر برہنہ تھا اور مجرموں کو سخت سزا دیتا تھا اور ابطال طلاق میں اس نے بہت کوشش کی اور فریضۂ رمضان کی حفاظت میں بہت کوشش کی۔'' (ص ۵۰)

بات اصل یہ ہے جیسا کہ نواب صاحب نے لکھا ہے کہ مفسدانِ فتنہ پرداز نے حکامِ انگلشیہ کے خیال میں یہ امر جما دیا تھا کہ یہ لوگ جو ''وہابی'' ہیں، سب حکومت کے ''باغی'' ہیں اور یہ اہلحدیث نواب صدیق حسن خان وغیرہ بھی اسی گروہ سے تعلق رکھتے ہیں اور سب ''وہابی'' ہیں۔ نواب صاحب ممدوح نے اپنی متعدد تصنیفات میں بالعموم اور ترجمانِ وہابیہ میں بالخصوص اس الزام کی تردید کی ہے اور واضح کیا ہے کہ ''ہر محدث (اہلحدیث) اہلسنت پر لفظ ''وہابی'' بولنا اور ''وہابی'' کے معنی ''باغی'' ٹھہرانا خلافِ عقل و نقل ہے (ص ۸۹)

اور ''وہابی'' کی نسبت چونکہ محمد بن عبدالوہاب کی طرف ہے، اس لیے نواب صاحب نے اپنے اور اپنی جماعت اہلحدیث کے ''وہابی'' نہ ہونے کے ثبوت میں اہلحدیث کے طرز عمل اور شیخ کے شہرت یافتہ اور عیسائی مصنفین کی کتابوں کے اندر بیان کردہ طرز عمل کے درمیان جو فرق و اختلاف تھا اس کو بیان کیا ہے۔ مگر اس معاملے میں بھی نواب صاحب نے یہ احتیاط برتی ہے کہ ان کے عقیدے اور مذہب پر کوئی حملہ نہیں کیا ہے۔ اس کے برخلاف مولانا مدنی نے اپنے اکابر پر لگائے گئے اسی الزام وہابیت کی تردید کرنی چاہی اور اپنے بزرگوں کی اہل نجد سے بے تعلقی اور ان کے درمیان فرق و

اختلاف کو بیان کیا تو شیخ کی طرف بہت کچھ ''خرافات و افتراءات'' پورے وثوق کے ساتھ منسوب فرمادیں اور یوں ان سے اپنے اکابر کی برأت ثابت کی۔ ترجمان وہابیہ اور الشہاب الثاقب میں اس واضح فرق کے باوجود مولانا نعمانی ''مدظلہ'' کا دعویٰ یہ ہے کہ ''ترجمان وہابیہ'' کا مقصد و موضوع ہی شیخ کو مطعون و مجروح کرنا ہے، حالانکہ یہ دعویٰ جیسا کہ بیان کیا گیا واقعہ کے بالکل خلاف ہے۔

نواب صاحب کی تحریروں کا خلاصہ:

گزشتہ اوراق میں نوابِ صاحب والا جاہ رحمۃ اللہ علیہ کی تحریروں کے جو اقتباسات پیش کیے گئے جن میں انہوں نے شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں اپنے تاثرات و خیالات کا اظہار کیا ہے۔ ان میں شیخ الاسلام کے عقیدہ و مذہب کی وضاحت بھی ہے اوران پر لگائے گئے الزامات کی تردید بھی، ان تحریروں کو پڑھنے کے بعد ایک منصف مزاج قاری شیخ کے بارے میں جو کم از کم تاثر اور رائے قائم کرے گا وہ شیخ مشائخ دیوبند حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی (م۱۳۲۳ھ) کے اس تاثر سے کچھ بہتر ہی ہو گا، جس کا اظہار انہوں نے ان الفاظ میں کیا ہے۔

''ان کے (یعنی شیخ محمد بن عبدالوہاب کے) عقائد عمدہ تھے اور مذہب حنبلی تھا، البتہ ان کے مزاج میں شدت تھی مگر وہ اور ان کے مقتدی اچھے ہیں۔ مگر ہاں جو حد سے بڑھ گئے ان میں فساد آ گیا۔ (فتاویٰ رشیدیہ ج ا ص ۷)

محترم مولانا نعمانی صاحب کے نزدیک یہ رائے انتہائی متوازن اور نہایت مبصرانہ اور محققانہ ہے۔ (ملاحظہ ہو مولانا موصوف کی کتاب ص ۴۹) پھر معلوم نہیں نواب صاحب کی رائے جو اس سے بھی بہتر ہے وہ مولانا کے نزدیک جرم کے خانے میں کیوں آ گئی؟

اور مدنی صاحب کی غیر متوازن اور ''نہایت بری رائے'' کا ماخذ کیسے بن گئی۔؟

نواب صاحب کی تحریر کو مولانا مدنی کا ماخذ قرار دینا صحیح نہیں:

نواب صاحب کی مذکورہ بالا تحریروں اور ان کے تاثرات کو پیش نظر رکھتے ہوئے کیا کوئی انصاف پسند یہ کہہ سکتا ہے کہ ممدوح بھی ان لوگوں میں تھے جو شیخ الاسلام سے نفرت وعداوت رکھتے تھے یا ان کو عقائد کے لحاظ سے بھی مجروح ومطعون قرار دینا ضروری سمجھتے تھے۔ یا یہ کہ یہ تحریریں بھی ان ''خرافات وافتراءات'' کا ایک ماخذ ہیں۔ جن کو مولانا مدنی مرحوم نے ''حقائق و واقعات'' سمجھ کر اپنی کتاب ''الشہاب الثاقب'' میں نقل کیا ہے اور اس کتاب نے ہندوستان میں شیخ الاسلام کے خلاف پروپیگنڈہ مہم میں بہر حال ایک اہم رول ادا کیا ہے۔ چنانچہ یہی کتاب ہے جس نے حلقۂ دیوبند کے عوام ہی نہیں خواص کے بھی نہ جانے کتنے ذہنوں کو شیخ اور ان کے متبعین کے بارے میں مسموم کیا اور کر رہی ہے، کیونکہ حلقۂ دیوبند سے اس کی اشاعت کا سلسلہ ابھی تک بند نہیں ہوا ہے۔ ناظرین مذکورہ بالا دونوں قسم کی تحریروں میں جو بالمقابل درج کر دی گئی ہیں، موازانہ ومقابلہ کر کے بیک نظر فیصلہ کر سکتے ہیں کہ کیا الشہاب الثاقب کی ہفوات کے لیے نواب صاحب کی پاکیزہ تحریروں میں کوئی گنجائش ہے؟ شتان بین مشرق و مغرب.

مولانا نعمانی محترم نے اگر صرف ''تکفیر وقتال'' کے معاملے میں نواب صاحب کی کتاب کو ہی مولانا مدنی مرحوم کا ایک ماخذ قرار دیا ہوتا تو یہ بات کسی قدر سہل ہو سکتی تھی۔ کیونکہ خود مولانا مدنی نے شہاب ثاقب میں شیخ الاسلام پر لگائے گئے الزامات کی فہرست میں صرف اسی ایک الزام کے متعلق پیراگراف میں نواب صاحب ممدوح کا حوالہ دیا ہے۔

لیکن مولانا نعمانی نے مدعی سست، گواہ چست، کے مصداق نواب صاحب اور ان

کی تحریروں کو جس طرح علی الاطلاق مولانا مدنی کی غلط فہمی کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے وہ بہر حال حقیقت کے بالکل برعکس اور مکمل طور پر مغالطہ آمیز ہے۔ اس سے ہر قاری پر یہ تاثر قائم ہوتا ہے کہ نواب والا جاہ کی تحریروں میں بھی شیخ کے متعلق وہ ساری بے سروپا باتیں، جھوٹے الزامات اور خرافات ولغویات موجود ہیں جو الشہاب الثاقب کا طرۂ امتیاز ہیں۔ بلکہ جیسا کہ شروع میں بیان کیا گیا مولانا نعمانی کی تحریروں کا اصل منشاء اور اشارہ ہی یہ ہے کہ قصور دراصل نواب صاحب اور زینی دحلان مکی وغیرہ کا ہے اور مولانا مدنی محض ناقل ہیں۔ انہوں نے اگر حقیقت حال کی جستجو و تحقیق نہیں کی بلکہ اس کی ضرورت بھی نہ سمجھی اور محض افواہوں اور مخالفین کے اقوال پر اعتماد کر کے اتنے سنگین الزامات لگا دیئے تو یہ نہ قصور ہے نہ تعجب انگیز و ناقابل فہم۔ مولانا نعمانی کی وہ عبارت پہلے بھی نقل کی جا چکی ہے۔ ناظرین ایک دفعہ پھر پڑھ لیں۔ مولانا لکھتے ہیں۔

''تو جیسا کہ بار بار عرض کیا گیا واقعہ یہی ہے کہ .... مولانا حسین احمد مدنی صاحب نے بھی اسی عام شہرت کی بنا پر اور شیخ احمد دحلان مکی اور نواب صدیق حسن خان صاحب مرحوم جیسے اہلِ علم کی تحریروں پر اعتماد کر کے ان خرافات و افتراءات کو حقائق و واقعات سمجھ کر نقل کر دیا، بلکہ مولانا نے نواب صاحب مرحوم کی کتاب کا حوالہ بھی دیا ہے۔؟ (ص ۸۹،۸۸)

دیکھئے! کیا اس تحریر کا صاف اور واضح مقصد یہ نہیں ہے کہ مولانا نعمانی کسی ایک الزام کی بابت نہیں بلکہ ان ساری ہی خرافات و افتراءات کی بابت' جن کا الشہاب الثاقب میں ذکر ہے۔ یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ سب کا یا اکثر کا ماخذ نواب صاحب کی تحریریں بھی ضرور ہیں،... باقی رہا یہ سوال کہ مولانا نعمانی نے یہ تاثر دینے میں حقیقت پسندی سے کام لیا ہے یا مغالطہ دہی سے، تو ہماری تفصیلی وضاحت کے بعد اس کا فیصلہ

ناظرین خود کر سکتے ہیں۔

تنبیہہ:

ممکن ہے بعض ناظرین کو یہ شبہ ہو کہ راقم الحروف نے یہاں نواب صاحب والا جاہؒ کی محولہ بالا کتب سے صرف وہی تحریریں اقتباس کر کے پیش کی ہیں جن میں شیخ الاسلام کے بارے میں عمدہ خیالات کا اظہار کیا گیا ہے۔ اور وہ تحریریں جن میں شہاب ثاقب کے الزامات کا ذکر ہے، قلم انداز کر دی ہیں۔ مگر میں یقین دلاتا ہوں کہ ایسا نہیں ہے۔ محولہ بالا کتب میں زیر بحث الزامات کا واقعی ذکر نہیں ہے۔ ان کتابوں کا مطالعہ کر کے دیکھا جا سکتا ہے۔ واللہ علی مانقول وکیل۔

نواب صاحب اور مولانا مدنی کی تحریروں میں اختلاف وتضاد:

اگر مولانا نعمانی مدظلہ کا یہ خیال صحیح ہے اور انہیں اس پر اصرار ہے کہ شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہابؒ کے خلاف الشہاب الثاقب میں جو بے سروپا باتیں لکھی گئی ہیں، ان کو لکھتے وقت نواب والا جاہؒ کی تحریریں بھی مولانا مدنیؒ کے پیش نظر تھیں اور ان پر انہوں نے اعتماد اور ان سے اخذ واقتباس کیا ہے تو ہر معقول آدمی یہ سوچنے پر مجبور ہوگا کہ پھر ان دونوں کی تحریروں میں اس درجہ اختلاف کیوں ہے؟ کہ:

☆ نواب صاحب شیخ کے حالات لکھتے ہوئے اپنی متعدد کتابوں میں صحیح تاریخ درج کر رہے ہیں کہ شیخ ۱۱۱۵ء ھ (یعنی ابتداء بارہویں صدی) میں پیدا ہوئے اور ۱۲۰۶ھ (یعنی ابتداء تیرہویں صدی) میں وفات پائی۔

مگر مولانا مدنی کی معلومات کا یہ حال ہے کہ اس معامہ میں ان کی بسم اللہ ہی غلط ہو

جاتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں: ”صاحبو! محمد بن عبدالوہاب نجدی ابتداء تیرہویں صدی میں نجد سے ظاہر ہوا“۔

☆ نواب صاحبؒ، شیخ الاسلام کو عالم متبع کتاب وسنت، دیندار، عابد، خداپرست، ماحی شرک و بدعت، فریضہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو ادا کرنے والا، اور شریعتِ اسلامیہ کا احیاء کرنے والا لکھتے ہیں اور دل سے ان کی خوبیوں کا اعتراف کرتے ہیں اور مولانا مدنیؒ، شیخ ممدوح اور ان کے ساتھیوں کو...... شقی القلب، خبیث، ضعیف الاعتقاد، بدعقیدہ، رسول کریم ﷺ اور سلف صالحین کی شان میں گستاخ و بےادب، ظالم و فاسق وغیرہ وغیرہ لکھ رہے ہیں۔ (معاذ اللہ)

☆ نواب صاحبؒ ان کو حنبلی المذہب اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا پیرو اور مقلد لکھتے ہیں مگر مولانا مدنی کہتے ہیں کہ وہ مقلد نہیں تھے بلکہ تقلید کو شرک فی الرسالۃ جانتے تھے۔

☆ نواب صاحب اپنے اور اپنی جماعت کے بارے میں بار بار اور صاف صاف لکھتے ہیں کہ ہم اہلحدیث ہیں، کتاب وسنت کے پیرو ہیں اور محمد بن عبدالوہاب کیا متقدمین علماء وآئمہ میں سے بھی کسی کے مقلد نہیں ہیں مگر مولانا مدنی اس کے بالکل برخلاف لکھتے ہیں کہ یہ غیر مقلدین ہند اسی طائفۂ شنیعہ (وہابیہ نجدیہ) کے پیرو ہیں۔

نواب صاحب کے عمدہ تاثرات کیوں نظر انداز کر دیے گئے؟

نیز یہ بھی سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر واقعی مولانا مدنی نے نواب صاحب مرحوم کی تحریروں پر اعتماد کیا ہے تو نواب صاحب ممدوح کی مسطورہ بالا قسم کی تحریریں کیوں درخور اعتناء نہیں سمجھی گئیں؟۔ مولانا مدنی مرحوم نے نواب صاحب کا جو ایک جگہ حوالہ دیا ہے، تو ان کی کسی کتاب کا نام نہیں لیا ہے، مگر مدنی صاحب موصوف کے اس جملہ سے کہ نواب صدیق حسن خاں نے خود اس کے ترجمہ میں ان دونوں باتوں (تکفیر وقتل مخالفین) کی تصریح کی ہے۔(۱) (ص ۴۳) سے معلوم ہوتا ہے کہ نواب صاحب کی کسی ایسی کتاب کا حوالہ دیا گیا ہے جس کا موضوع ''ترجمہ وتذکرہ'' ہے۔ اس سے گمان ہوتا ہے کہ وہ کتاب ''اتحاف النبلاء'' یا ''التاج المکلل'' ہوگی۔ مگر ان دونوں میں سے کسی میں بھی شہاب ثاقب کی زیر بحث لغویات موجود نہیں ہیں۔ اول الذکر میں تو صرف یہی نہیں کہ شیخ الاسلام کا ترجمہ عمدہ اور اچھے انداز میں لکھا گیا ہے جو بقول مولانا مسعود عالم ندوی حقیقت سے قریب تر ہے۔ بلکہ اس میں شیخ عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب کے رسالہ کا جو خلاصہ درج ہے اس کے اندر مولانا مدنی کے ذکر کردہ الزامات کی تردید بھی ہے۔ پھر نواب صاحب کی یہ کتاب حقیقت سے بعید تر مدنی خرافات کا ماخذ کیسے ہوسکتی ہے۔

اس تفصیل سے یہ بات ہویدا ہو جاتی ہے کہ یہ کہنا بالکل صحیح نہیں کہ مولانا مدنی مرحوم نے شیخ الاسلام کے خلاف جو کچھ لکھا ہے اس سلسلہ میں انہوں نے نواب صاحب

---

(۱) مولانا کے انداز تحریر اور لفظ خود کی تصریح سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ مولانا کو معلوم ہے کہ نواب صاحب بنیادی طور پر شیخ کے موافق و موید ہیں مگر اس کے باوجود چونکہ وہ بھی ''تکفیر و قتال'' کے باب میں ان سے اختلاف رکھتے ہیں' اس لئے اس کا حوالہ دیا گیا کہ گویا یہ شیخ کے ایک حمایتی کی ان کے خلاف شہادت ہے۔

مرحوم کی بھی تحریروں پر اعتماد کیا ہے اور ان کو بھی اپنا ماخذ بنایا ہے۔ البتہ یہ صحیح ہے کہ شیخ کے بارے میں نواب صاحب کے عمدہ تاثرات کا مولانا مدنی کو علم تھا اور نواب صاحب کی پاکیزہ تحریریں ان کے پیش نظر تھیں۔ لیکن وہ مولانا کے لیے مفید مطلب ہونے کے بجائے چونکہ مضر تھیں، اس لئے موصوف نے ان تحریروں پر اعتماد کرنے کے بجائے انہیں یکسر قلم انداز کر دیا۔

مولانا مدنی کے رجوع سے متعلق جس اخباری بیان کا حوالہ دیا جاتا ہے۔ (۱) اس میں بھی اس بات کی نشاندہی موجود ہے کہ شیخ کے بارے میں مولانا مدنی کے خیالات اور ان کی تحریروں کا ماخذ کیا ہے؟ چنانچہ مولانا نے اس میں صراحت کے ساتھ بیان کر دیا ہے کہ شیخ کے خلاف ان کے مآخذ دو ہیں ''افواہیں'' اور ''مخالفین کے اقوال''۔ اور نواب صاحب شیخ کے مخالفین میں نہیں کہے جا سکتے۔ ان کو بعض مسائل میں شیخ سے اختلاف ہو سکتا ہے لیکن ''اختلاف'' اور ''مخالفت'' میں بہت فرق ہے۔ ضروری نہیں کہ جو کسی سے بعض مسائل میں اختلاف رکھے وہ اس کا مخالف بھی ہو، جیسے محترم مولانا نعمانی صاحب کو حضرت مولانا قاری طیب صاحب سے بعض امور میں اختلاف تھا۔ اور گزشتہ دنوں دارالعلوم دیو بند کے قضیہ میں انہوں نے اس کا پوری بے باکی کے ساتھ کھل کر اظہار بھی کیا، اور آج بھی قاری صاحب مرحوم کی غلطی کو مولانا نعمانی غلطی ہی کہہ رہے ہیں، لیکن اس کے باوجود مولانائے محترم یہ پسند نہیں کریں گے کہ انہیں قاری صاحب مرحوم کے مخالفین میں شمار کیا جائے اور خود مولانا مدنی مرحوم سے حضرت قاری صاحب کو بعض امور میں رنجش کے ساتھ اختلاف تھا، مگر آپ کو ان کے مخالفین میں مولانا نعمانی صاحب بھی غالباً شمار نہیں کرتے ہوں گے۔

---

۱ واضح رہے کہ یہ اخباری بیان صحیح نہیں' اس کا ذکر آگے آئے گا۔

کسی شخصیت کے بارے میں اچھی یا بری رائے کی بنیاد اور شیخ کے بارے میں مولانا مدنی کا ماخذ:

اس خصوص میں محترم مولانا نعمانی اصل سوال کا جواب تحریر کرنے سے پہلے تمہید میں لکھتے ہیں کہ:

اس سلسلہ میں سب سے پہلے یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ کسی شخصیت کے بارے میں اچھی یا بری رائے، اس سے متعلق معلومات اور اطلاعات کی بنا پر قائم کی جاتی ہے۔ اور مختلف لوگوں کی معلومات اور اطلاعات کسی شخص کے بارے میں مختلف بھی ہو سکتی ہیں، اس کی وجہ سے رایوں کا مختلف ہو جانا بھی قدرتی ہے''۔ (ص ۲۵)

مولانا کا یہ کہنا بلا شبہ صحیح ہے' لیکن بات یہیں ختم نہیں ہو جاتی بلکہ یہ دیکھنا بھی ضروری ہوتا ہے کہ اپنی اطلاعات و معلومات کا ماخذ کس نے کس چیز کو بنایا ہے؟ کس نے مستند بنیاد پر رائے قائم کی ہے اور کس نے غیر مستند پر اعتماد کر لیا ہے اور کس حد تک اعتماد قبول کیا ہے؟

مولانا مدنی نے شیخ محمد بن عبدالوہاب کے بارے میں اظہار خیال کرتے ہوئے اصل اعتماد...... جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا...... ''محض افواہوں اور شیخ کے مخالفین کے اقوال'' پر کیا ہے، یعنی مستند ماخذ کی تلاش و تحقیق نہیں کی ہے۔ حتیٰ کہ اپنے مرشد و مقتدیٰ شیخ المشائخ مولانا رشید احمد گنگوہی کی صائب و متوازن اور انتہائی محققانہ و مبصرانہ رائے کو بھی گویا اہمیت نہیں دی۔ ورنہ انہوں نے تو نہایت وضاحت و صراحت کے ساتھ یہ لکھا ہے کہ ''شیخ محمد بن عبدالوہاب کے عقائد عمدہ تھے اور مذہب حنبلی تھا۔'' حیرت ہے کہ شیخ المشائخ کی اس محققانہ رائے کے ہوتے ہوئے مولانا مرحوم نے ''افواہوں اور مخالفین کے

اقوال'' پر کیونکر اعتماد کیا، اس کی ضرورت اور اس میں مصلحت کیا تھی؟ کسی کے مخالفین کے اقوال اور افواہیں تو اس کے حالات وعقائد کے علم و معرفت کا بہر حال مستند اور قابلِ اعتماد ماخذ نہیں ہیں اور مولانا مدنی نے شیخ الاسلام کے بارے میں جو کچھ بے بنیاد باتیں لکھی ہیں وہ سب اسی غیر مستند ماخذ پر اعتماد کر کے لکھی ہیں۔ ''ذاتی مطالعہ وتحقیق'' کی بنیاد پر نہیں لکھی ہیں اور نہ لکھتے وقت اس کی ضرورت سمجھی ہے۔ آخر ایسا کیوں؟ محترم مولانا نعمانی مدظلہ نے اس موقف کو درست قرار دیتے ہوئے اس کی مندرجہ ذیل توجیہ فرمائی ہے:

الشہاب الثاقب کی تالیف کا زمانہ و مقام اور اس کی فضا:

مولانا موصوف احمد رضا خان بریلوی کی اکابر دیو بند کے خلاف تکفیری مہم اور ''حسام الحرمین'' کی فتنہ انگیزی اور اس کی تردید میں ان اکابر کی طرف سے تحریری بیانات اور رسالوں کی اشاعت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اس سلسلہ میں حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ نے بھی جو اس وقت مدینہ منورہ ہی میں مقیم تھے اور اللہ تعالیٰ کی توفیق وعنایت سے مسجد نبوی میں درس دیتے تھے۔ ایک رسالہ ''حسام الحرمین'' کی تردید میں لکھا، اسی کا نام ''الشہاب الثاقب'' ہے۔...... مولانا نے ''الشہاب الثاقب ۱۳۲۸ھ میں لکھی تھی۔'' (ص ۸۷، ۸۹)

مولانا نعمانی شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ان کی جماعت کے بارے میں حرمین شریفین کی فضا بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''یہ بات پہلے ذکر کی جا چکی ہے کہ مولانا مدنی کا قیام ۱۳۱۶ھ سے ۱۳۳۳ھ تک مسلسل ۱۷، ۱۸ سال مدینہ منورہ میں رہا۔'' (ص ۴۱، ۸۲)...... وہاں کے عوام بلکہ خواص

بھی (الا من شاء اللہ) ''وہابیوں'' کو یہود و نصاریٰ اور ہندو و مجوس سے بھی بدتر سمجھتے تھے۔......اور ''وہابیوں'' کے خلاف کیسی ہی غلط اور کتنی ہی لغو و بیہودہ اور ناقابلِ فہم بات کی جاتی۔ بیچارے عوام ہی نہیں بلکہ خواص اور علماء کے ذہن بھی (الا من شاء اللہ) اس کو قبول کر لیتے تھے۔......قدرتی طور پر مولانا کا ذہن بھی اس ماحول اور فضا سے پوری طرح متاثر تھا......'' (ص۸۲'۸۴)

مطلب یہ کہ ''الشہاب الثاقب'' میں مولانا مدنی مرحوم نے شیخ محمد بن عبدالوہاب کے خلاف جو ''خرافات وافتراءات'' لکھی ہیں وہ سب مدینہ منورہ (جہاں وہ مقیم تھے) کی اس مسموم فضا سے متاثر ذہن کا عکس ہے، اس لئے انہوں نے شیخ اور ان کی جماعت اور ان کی دعوت کے خلاف سنگین الزامات لکھتے وقت اگر افواہوں پر (جسے مولانا نعمانی نے ''عوامی تواتر'' کا ظاہر فریب نام دیا ہے) اعتماد کیا اور شیخ کے حالات وعقائد کی تحقیق و تنقیح نہ کی اور نہ اس کی ضرورت سمجھی تو اس میں وہ بالکل معذور ہیں اور یہ موقف موضوع کی اہمیت ونزاکت کے پیش نظر بھی قطعی غیر ذمہ دارانہ نہیں ہے۔ آیئے ذرا حقائق کی روشنی میں مولانا نعمانی کے اس بیان کا جائزہ لیں۔

الشہاب الثاقب کی تالیف کے وقت مولانا مدنی ہندوستان ہی میں مقیم تھے نہ کہ مدینہ میں:

مولانا نعمانی مدظلہ کی مذکورہ بالا تحریروں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مولانا مدنی مرحوم کا مدینہ میں ۱۷'۱۸ سال مسلسل قیام رہا۔ اور یہ کہ مولانا مرحوم الشہاب الثاقب کی تالیف کے وقت (۱۳۲۸ھ میں) مدینہ طیبہ ہی میں مقیم تھے۔ مگر یہ دونوں باتیں بلاشبہ غلط

ہیں، مولانا مدنی قیام مدینہ منورہ کے دوران دو تین بار ہندوستان آئے تھے۔ جناب احسان دانش صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''مدینے کے دورانِ قیام میں یعنی ۱۳۱۸ھ میں آپ ہندوستان تشریف لے آئے اور دو برس میں واپس مدینہ منورہ چلے گئے۔ پھر سات برس بعد دار العلوم دیو بند میں مدرس کی حیثیت سے تقرر ہوا اور دو سال ۱۳۲۹ھ تک درس دیا پھر مدینہ تشریف لے گئے۔ دو سال رہ کر پھر ہندوستان واپس ہو گئے۔ ۱۳۳۵ ھ میں شیخ الحدیث (مولانا محمود الحسن گنگوہی) کے ساتھ حجاز میں اسیر ہو کر مالٹا بھیجے گئے۔''(۱)

ان سفروں کی تفصیلات خود مولانا مدنی مرحوم نے بھی اپنی خودنوشت سوانح ''نقشِ حیات'' میں بیان فرمائی ہے۔ اس میں اس بات کی وضاحت وصراحت ہے کہ مولانا کا ''سفر ہندوستان دوسری مرتبہ'' شوال ۱۳۲۷ھ میں ہوا اور دار العلوم دیو بند میں بحیثیت مدرس تقرری ہوئی اور یہ کہ دارالعلوم میں ایک عرصہ کے بعد ۱۶'۱۷'۱۸/اپریل ۱۹۱۰ء مطابق ۱۳۲۸ھ کو جو عظیم الشان جلسہ دستار بندی ہوا' مولانا کی بھی اس میں دستار بندی ہوئی..... اور پھر دو سال بعد ۱۳۲۹ھ میں مدینہ منورہ واپس تشریف لے گئے۔ ملاحظہ ہو ''نقشِ حیات'' (ص ۱۳۸'۱۴۸)

ان اقتباسات سے دو باتیں صاف طور پر معلوم ہوئیں۔ اول یہ کہ مولانا مدنی کا قیام مدینہ منورہ میں مسلسل نہیں تھا اور دوم یہ کہ ۱۳۲۸ھ میں جو کہ ''الشہاب الثاقب'' کی تالیف کا سال ہے' مولانا مدنی مدینہ منورہ میں نہیں بلکہ ہندوستان ہی میں مقیم تھے۔ اس لئے ظاہر ہے کہ یہ کتاب یہیں لکھی گئی ہے۔

---

(۱) ماہنامہ الرشید لاہور ۱۹۷۶ء/ ۱۳۹۶ھ دار العلوم دیو بند نمبر'' ص ۵۰۴۔

اس کا قرینہ بلکہ صراحت خود الشہاب الثاقب میں بھی موجود ہے۔ چنانچہ سبب تالیف بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''۱۳۲۷ھ میں کہ یہ احقر اپنی بعض ضروریات ذاتیہ سے وارد دیار ہند یہ ہوا تو دیکھا کہ مجموعہ شنام وتکفیر اکابر (یعنی حسام الحرمین) مع ان مہروں کے طبع کیا ہوا چند جہلاء اِدھر اُدھر لیے پھرتے ہیں۔ عام مسلمانوں کو اہل حق سے ورغلاتے ہیں اور بدعقیدہ کر رہے ہیں...... میں نے مدینہ ہی سے ارادہ کرلیا تھا کہ یہاں پر جو حالتیں ''مجدد التضلیل ''(یعنی احمد رضا خاں بریلوی)) صاحب پر پیش آئی ہیں، ان کو اچھی طرح بیان کر کے مسلمانانِ ہند پر ظاہر کر دوں...... اب یعنی ہندوستان وارد ہونے اور خانصاحب کی پروپیگنڈہ مہم دیکھنے کے بعد مجھے لازم ہوا کہ ان کی کچی پکی حالت سچی سچی جس کو میں نے مشاہدہ کیا ہے یا معتبر ذرائع سے وہاں (یعنی مدینہ منورہ میں) سنا ہے۔ آپ حضرات سے گوش گزار کر کے ان کی افتراء پردازیوں اور بہتانوں بندیوں پر مطلع کروں۔''(۱)

(ص۲۲)

کیا یہ عبارت اس بات کی صریح دلیل نہیں ہے کہ ''الشہاب الثاقب'' ہندوستان ہی میں لکھی گئی ہے انتہائی حیرت کی بات ہے کہ ان صراحتوں کے باوجود مولانا نعمانی نے عذر گناہ بدتر از گناہ کا محاورہ پورا کرتے ہوئے یہ خلاف واقعہ اور غلط تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ مولانا مدنی الشہاب الثاقب کی تالیف کے وقت (یعنی ۱۳۲۸ھ میں بھی) مدینہ منورہ ہی میں مقیم تھے۔ آپ نے ملاحظہ فرمالیا کہ مولانا نعمانی کی یہ بات صحیح نہیں ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ مولانا مدنی اس وقت ہندوستان ہی میں مقیم تھے۔ اور انہوں نے یہ کتاب

۱؎ قوسین کے درمیان کے فقرے مقالہ نگار کے تشریحی اضافے ہیں۔

یہیں ہندوستان ہی میں تالیف فرمائی تھی۔

اس وقت شیخ کے بارے میں ہندوستان کی فضا:

یہ ثابت ہو جانے کے بعد دوسری بات یہ عرض کرنی ہے کہ الشہاب الثاقب کی تالیف کے وقت (۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء) میں حرمین شریفین وغیرہ کی فضا شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب کے خواہ کتنی ہی خلاف رہی ہو لیکن وہاں بھی ایسے رجل رشید اور ماخذ نایاب نہیں تھے جن کی طرف اگر بغرض تحقیق رجوع کیا جاتا تو جواب ملتا کہ ''محمد بن عبدالوہاب کے عقائد اچھے تھے اور مذہب حنبلی تھا'' بلکہ عالم اسلام کے مسلسل تغیرات اور اہل نجد سے کئی بار کے سابقہ نے اس وقت تک حجاز کی فضا بھی بہت کچھ بدل دی تھی...... رہا ہندوستان تو اس کی فضا تو بہر حال ایسی تھی کہ یہاں ۱۳۲۸ھ میں اور اس سے پہلے بھی بہت سے ایسے علماء اہل سنت و جماعت (اہل بدعت کو چھوڑیے کہ وہ قابلِ اعتبار و شمار نہیں) موجود تھے جو شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب کے بارے میں نیک گمان رکھتے تھے، انہیں صحیح العقیدہ اور متبع کتاب وسنت سمجھتے اور لکھتے تھے۔ شیخ مشائخ دیو بند مولانا رشید احمد گنگوہی (م۱۳۲۳ھ) کا مذکورہ فتویٰ کہ ''محمد بن عبدالوہاب کے عقائد اچھے تھے اور مذہب حنبلی تھا۔'' اور محدث شہیر و محقق کبیر مولانا محمد بشیر سہسوانی (م۱۳۲۶ھ) کی تالیف اور نواب والا جاہ (م۱۳۰۷ھ) جن پر مولانا مدنی نے بقول مولانا نعمانی صاحب اعتماد کیا ہے) کی وہ تحریریں جن کے اقتباسات ناظرین گزشتہ صفحات میں پڑھ چکے ہیں۔ ان کی نشر و اشاعت ہندوستان ہی کی فضا میں ہو رہی تھی اور اہل علم و تحقیق ان سے ناواقف نہیں تھے۔

اس عہد کے ولی کامل عارف باللہ حضرت مولانا عبدالجبار صاحب غزنوی (م۱۳۳۱ھ)

رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے رفقاء حج بیت اللہ کے لیے تشریف لے گئے تو حجاز و نجد میں شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب کے ابناء و احفاد سے ملاقات کی اور وہاں سے ان لوگوں کی کتابیں لائے اور ان کی طباعت اور نشر و اشاعت کا انتظام کیا۔(۱)

شیخ الاسلام کی شاہکار تصنیف ''کتاب التوحید'' اور اس کا ترجمہ دونوں ۱۳۲۸ھ کے برسوں پہلے ہندوستان میں شائع ہو چکے تھے۔ ترجمہ(۲) مشہور اہلحدیث عالم و ادیب مولانا عبدالحلیم شررؒ (م۱۳۲۵ھ/ ۱۹۲۶ء) نے کیا تھا، جو اس کتاب کا غالباً سب سے پہلا ترجمہ ہے(۳) اشاعت کا اہتمام مولانا تلطف حسین عظیم آبادی نے کیا تھا۔ مولانا نے لکھا ہے کہ میری بہت دنوں سے خواہش تھی کہ ''کتاب التوحید'' کا اصلی نسخہ شائع کروں اور مولوی فضل بدایونی جو جعلی کتاب التوحید چھاپ کر لوگوں کو گمراہ کر رہا ہے۔ اس کا جواب بھی ہو جائے۔(۴)

اسی طرح ''کتاب التوحید'' کی مشہور اور جامع شرح ''فتح المجید'' جس میں تمام مسئلوں پر سیر حاصل بحث ہے۔ اور ایک دوسری شرح ''الدرالنفید'' ۱۳۱۱ھ (مطبع انصاری دہلی) میں اور ایک اور شرح ''فتح اللہ الحمید'' ۱۸۹۷ء (امرتسر) میں چھپ گئی تھیں۔(۵)

نیز شیخ الاسلام کی حمایت و مدافعت اور ان کے مخالفین کی تردید میں بعض ضخیم اور

(۱) محمد بن عبدالوہاب (تالیف احمد عبدالغفور عطار) اردو ترجمہ از شیخ الحدیث مولانا ابو القاسم محمد عبدہ الفلاح' حرف آغاز از مترجم (ص ۷) شائع کردہ ''ادارۃ العلوم الاثریہ'' لاہور۔

(۲) اس کا ایک دوسرا ترجمہ ممتاز عالم دین و محقق مولانا محمد بن یوسف سورتی (م۱۳۶۱ھ) کا کیا ہوا ہے جو عموماً دستیاب ہے۔

(۳) کتاب التوحید و ترجمہ کتاب التوحید مطبوعہ ۱۳۰۰ مطبع فاروقی دہلی۔

(۴) محمد بن عبدالوہاب ایک مظلوم و بدنام مصلح ص ۱۲۴۔

(۵) ایضاً ص ۱۹۸۔

محققانہ کتابیں شائع ہو چکی تھیں جیسے محدث و محقق مولانا محمد بشیر سہسوانی کی مشہور و مقبول کتاب ''صیانۃ الانسان عن وسوسۃ الشیخ دحلان (مطبوعہ ۱۸۹۰ء مطبع فاروقی دہلی) اور شیخ سلیمان بن سحمان نجدی کی کتاب ''البیان المبدی الشناعۃ''المجدی'' (مطبوعہ ۱۸۹۰ء امرتسر)(۱) شیخ الاسلام کے خلاف غلط بیانیوں کی زیادہ اشاعت مکہ مکرمہ کے شیخ احمد زینی دحلان (م ۱۳۰۴ھ) کی کتابوں نے کی تھیں اور مخالفین کا بڑا ماخذ وہی تھیں۔ مذکورہ بالا کتابیں انھی مخالفین کے جواب اوران کے اتہامات کی تردید میں ہیں۔ نیز ان کے اندر شیخ کے عقائد اوران کی دعوت کے نیک اثرات ونتائج کا بھی تذکرہ ہے۔

اسی طرح شیخ کے ایک مخالف داؤد بن جرجیس بغدادی (م ۱۲۹۹ھ) کی کتاب ''صلح الاخوان'' کا جواب ''منہاج التقدیس والتاسیس فی کشف شبہات داؤد بن جرجیس'' (جو شیخ عبداللطیف آل الشیخ (م ۱۳۰۴ھ) کا تالیف کردہ ہے)۔ بمبئی میں ۱۹۰۷ء میں شائع ہوا تھا۔(۲)

غرض یہ سلسلہ اشاعت وحمایت ۱۳۲۸ھ یعنی ''الشہاب الثاقب'' کی تالیف سے مدتوں پہلے شروع ہو چکا تھا۔ جو پورے تسلسل کے ساتھ جاری رہا لیکن یہاں نہ اس سلسلہ کے تسلسل کو بیان کرنا ہے' نہ ۱۳۲۸ھ تک شیخ الاسلام کے متعلق شائع شدہ کتب ورسائل کا استقصاء مقصود ہے۔ بلکہ صرف یہ دکھانا ہے کہ اس وقت شیخ الاسلام کے بارے میں ہندوستان کی فضا کیسی تھی؟ یکطرفہ مخالف تھی یا موافق بھی؟ تو اوپر جو کچھ بیان کیا گیا وہ یہ اندازہ کرانے کے لیے ناکافی نہیں کہ اس وقت شیخ کے بارے میں ہندوستان کی فضا یکسر مخالفانہ نہیں تھی۔ بلکہ اگر ایک طرف ان کی مخالفت اوران کے خلاف پروپیگنڈہ کیا جا رہا تھا تو دوسری طرف علماء کرام کی ایک جماعت کی جانب سے ان کی موافقت اور حمایت

(۱) ایضاً ص ۱۹۷۔

و مدافعت اوران کے مخالفین کی تردید بھی کی جارہی تھی۔ یعنی فضا یہ نہیں تھی کہ صحیح العقیدہ علماء وخواص بھی عموماً شیخ کے خلاف پروپیگنڈہ سے متأثر اور اتنا متاثر رہے ہوں اور ہوتے چلے جاتے رہے ہوں کہ شیخ اور ان کے متبعین کے خلاف کیسی ہی غلط بات اور کتنی ہی لغو بیہودہ اور ناقابل فہم بات کہی جاتی اس کو مولانا مدنی کی طرح بلاتحقیق قبول کر لیتے تھے۔ بلکہ واقعات کی شہادت یہ ہے کہ اس طرح کی غلط فہمیوں کی اشاعت کرنے اور اس میں مبتلا ہونے والوں کے پہلو بہ پہلو ان غلط فہمیوں کا ازالہ کرنے والے اور شیخ کو صالح، متبع کتاب و سنت، داعی توحید اور قاطعِ شرک و بدعت سمجھنے اور بتانے والے اور اس کی اشاعت کرنے والے بھی کم نہیں تھے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ واضح اور دوٹوک الفاظ میں یہ حقیقت سن لیجئے کہ اس وقت شیخ محمد بن عبدالوہاب کے خلاف پروپیگنڈہ کی مہم اسی احمد رضا خاں اور ان کے پیشواؤں اور متبعین کی جماعت نے چلا رکھی تھی، جس کے جھوٹ کو بھسم کرنے کے لیے مولانا مدنی نے ''شہاب ثاقب'' کے نام سے ایک بھڑکتا ہوا شعلہ تیار کیا تھا، ورنہ علمائے اہلحدیث نے' جن کے علمی اور تحقیقی کارناموں کی گونج اس وقت پورے ہندوستان میں سنائی دے رہی تھی' شیخ محمد بن عبدالوہاب کے بارے میں اصل حقائق کو اس طرح نکھار کر بے نقاب کر دیا تھا کہ کسی طالبِ حقیقت کے لیے بھٹکنے اور ٹھوکر کھانے کا سوال ہی باقی نہیں رہ گیا تھا۔ مگر ستم ظریفی دیکھئے کہ مولانا مدنی نے شیخ محمد بن عبدالوہاب کے بارے میں ان رضا خانیوں کے بیان پر تو اعتماد کر لیا جن کا جھوٹ بھسم کرنے اٹھے تھے۔ لیکن ان حقائق کو درخورِ اعتناء نہ سمجھا جنہیں علماء ثقات نے نکھار کر پیش کیا تھا۔ اور اس پر مزید ستم ظریفی یہ کہ ہمارے مولانا نعمانی صاحب ان سارے حقائق کو نظر انداز کر کے اس وقت کی فضا کا نقشہ اپنے اختراع پرداز ذہن کے بل بوتے پر کچھ اور

ہی بتلا رہے ہیں۔ الغرض ۱۳۲۸ھ میں اور اس سے پہلے بھی اور اس کے بعد بھی علماء مسلکِ حق بلا شبہ بڑی تعداد میں موجود تھے، جن کی تحقیقات اس کے بالکل برعکس تھیں، جس کا مظاہرہ الشہاب الثاقب میں کیا گیا ہے۔ مزید برآں آلِ سعود کی نشاۃ ثانیہ' حرمین کی طرف ان کی پیش قدمی اور حرمین پر تسلط کے بعد اصلاحی اقدامات کے سلسلے میں جن اکابر علماء نے آلِ سعود کی حمایت و وکالت کی اور مخالفین کے مقابل محاذ آراء ہوئے' آیا وہ تمام اکابر و اہل علم اس سے پہلے شیخ الاسلام کے مخالف اور مولانا مدنی وغیرہ کی طرح غلط فہمیوں میں مبتلا رہے تھے اور اچانک ان کے خیالات میں تبدیلی آ گئی تھی اور شیخ کے ہمنوا وحمایتی بن گئے تھے؟ یا واقعہ یہ ہے کہ وہ حضرات پہلے ہی سے شیخ کے موافق اور حامی اور موید تھے؟ اگر وہ حامی اور موید تھے تو مولانا مدنی نے ان کی حمایت و تائید کا سبب جاننے کی ضرورت کیوں نہیں سمجھی؟ کیا کسی ثقہ عالم کو یہ زیب دیتا ہے کہ پیش پا افتادہ حقائق کو نظر انداز کر دے اور افواہوں پر اپنی تالیف کی بنیاد رکھے؟

اہل علم یہ بھی اچھی طرح جانتے ہیں کہ جماعت اہلحدیث شیخ الاسلام کے بارے میں شروع ہی سے مجموعی طور پر خوش گمان اور عمدہ خیالات کی حامل رہی ہے بعض علماء نے ایک دو مسئلے میں اپنے اختلاف کا اظہار ضرور کیا، لیکن ان اکابر نے بھی جہاں تک میرا علم و مطالعہ ہے شیخ کی طرف وہ خرافات و افتراءات منسوب نہیں کیں جو عموماً مخالفین کی کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔ یعنی انہوں نے شیخ کو بدعقیدہ، فاسق، مخالف اہلِ سنت و جماعت وغیرہ نہیں لکھا ہے۔ نواب صاحب کے خیالات تو آپ گزشتہ صفحات میں پڑھ ہی چکے ہیں۔

جماعت اہلحدیث کو اہلِ بدعت ہی نہیں اہل دیوبند بھی شیخ محمد بن عبدالوہاب کا پیرو

قرار دیکر ''وہابی'' کہتے رہے اور کہتے رہتے ہیں۔(۱) اس کی بنیاد سوا اس کے کہ اہلحدیث شروع سے شیخ کے ہم خیال و ہمنوا اور ہم اعتقاد رہے ہیں، اور کیا ہے۔(۲)

مسطورہ بالا تفصیلات سے یہ معلوم ہوا کہ مولانا مدنی نے جس وقت ''الشہاب الثاقب'' لکھی اور اس میں شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب کے خلاف بہت سی ''خرافات و افتراءات'' بلا تحقیق وثوق کے ساتھ لکھدیں۔ اس وقت یعنی ۱۳۲۸ھ میں نیز اس کے ماقبل و مابعد زمانوں میں شیخ الاسلام کے بارے میں ہندوستان کی فضا (جہاں الشہاب الثاقب کی تالیف کے وقت مولانا مدنی مقیم تھے۔) یکسر شیخ کے خلاف نہیں تھی بلکہ ان کے بارے میں موافق ومخالف دونوں ہی قسم کی رائیں پائی جاتی تھیں اور مخالف رائے عموماً ان لوگوں کی تھی جو خود مولانا مدنی کی نظر میں بھی قابل اعتماد نہ تھے۔ یہ تھی شیخ کے بارے میں ہندوستان کی واقعی فضا۔ اس سے مولانا نعمانی بھی بلاشبہ بخوبی واقف ہیں۔ اگر ان کا انشا پرداز قلم اس حقیقت کو بیان کرنا چاہتا تو زیادہ واضح، مفصل اور مدلل لکھتا لیکن اس صورت میں مشکل یہ ہوتی کہ مولانا مدنی مرحوم نے ''الشہاب الثاقب'' میں جو کچھ لکھا ہے، اسے قابلِ فہم قرار دینا آسان نہیں ہوتا۔ شاید اسی لئے مولانا نعمانی نے اس فضا کو شیخ محمد بن عبدالوہاب کے تقریباً یکطرفہ خلاف اور تیرہ و تاریک دکھانے کی کوشش کی تا کہ مولانا مدنی کی زیر بحث تحریروں کے لیے ''معقول عذر'' اور ان کی الزام تراشیوں کے

۱۔ خود مولانا مدنی نے الشہاب الثاقب کے ایک ہی صفحہ میں پانچ چھ بار جماعت اہلحدیث کو ''وہابیہ'' لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو ص ۶۳۔

۲۔ اور اہلحدیث کو جو ''وہابیت'' سے انکار رہا ہے اور آج بھی ہے تو اس معنی میں کہ وہ ''وہابی'' یعنی شیخ محمد بن عبدالوہاب کے مقلد و پیرو نہیں۔ وہابیت بمعنی ''تقلید محمد بن عبدالوہاب'' سے برأت اور شیخ کے بارے میں خوش اعتقادی اور ان کی موافقت وحمایت دونوں میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ اہلحدیث بلاشبہ شیخ کیا کسی ایک امام کے بھی مقلد نہیں ہیں۔ لیکن شیخ ممدوح کو قدر وعقیدت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ان کو مجدد دین سمجھتے ہیں۔

لیے ''وجہِ جواز'' فراہم ہو سکے۔ واللعلم عند اللہ۔

تحقیق کی ضرورت:

جب شیخ الاسلام کے بارے میں ہندوستان کی فضا وہ تھی جو اوپر بیان کی گئی، اور آپ کی شخصیت بہر حال ایک مختلف فیہ شخصیت تھی۔ تو ایسی فضا اور ایسے ماحول میں ممدوح کے متعلق اظہارِ رائے کرتے وقت مولانا مدنی کا محض افواہوں اور مخالفین کے اقوال اور ان کے یکطرفہ مخالفانہ بیان پر پورا اعتماد کر کے سارا وزن انہیں مخالفین کے حق میں ڈال دینا۔ اور انتہائی بیہودہ الزامات کو پورے اطمینان و وثوق کے ساتھ شیخ پر عائد کر دینا اور ذاتی طور پر صحیح حالات کی تحقیق و جستجو نہ کرنا بلکہ اس کی ضرورت ہی نہ سمجھنا، درست نہیں کہا جا سکتا۔ یہ بہر حال غیر معقول اور خلافِ اصول ہے کہ کسی مختلف فیہ شخصیت کے بارے میں صرف اس کے مخالفین کی باتوں پر کلی بھروسہ کر کے اس کے خلاف اطمینان کے ساتھ ناشائستہ رائے قائم کر لی جائے۔

غرض یہ کہ شیخ کے بارے میں مسطورہ بالا حالات اور موضوع کی اہمیت و نزاکت بہرصورت اس بات کی حتمی طور پر مقتضی تھی کہ ان کے مخالفین کی ہمنوائی و موافقت اور ان کی پروپیگنڈہ مہم میں شمولیت سے پہلے حقیقتِ حال کی تحقیق و تنقید مستند مآخذ سے کر لی جاتی۔ کسی شخص کے مخالفین کے اقوال یا افواہیں اس کے صحیح حالات وعقائد کی معرفت و علم کا قابلِ اطمینان و وثوق ماخذ ہرگز نہیں ہیں۔

مولانا مدنی مرحوم نے بعض مآخذ مثلاً مولانا رشید احمد گنگوہی کے فتاویٰ اور نواب صاحب مرحوم کی تحریروں کی طرف رجوع بھی کیا تو وہاں سے صرف وہی باتیں قبول فرمائیں جو شیخ کے خلاف تھیں۔ اور جو کچھ ان کے حق میں تھا اسے شائستہ اعتنا قبول نہیں

سمجھا۔ جیسا کہ گزشتہ صفحات میں ناظرین ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

تحقیق کی گنجائش:

مولانا مدنی نے ''الشہاب الثاقب'' کی تالیف کے وقت اگر شیخ محمد بن عبدالوہاب کے حالات وعقائد کی تحقیق و تنقیح کرنی چاہی ہوتی تو یہ ان کے لیے اس وقت ناممکن یا مشکل نہیں تھی۔ مذکورہ بالا مآخذ ان کی نظر میں تھے اور خود شیخ کی کتاب ''التوحید'' اور اس کی شرح ''فتح المجید'' (جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے) ہندوستان میں بھی اس وقت شائع ہو چکی تھیں اور مولانا کی دسترس سے باہر نہیں تھیں۔ ''الشہاب الثاقب'' میں توسل کی بحث میں مولانا مرحوم کے اندازِ تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ ''وہابیوں'' کے متعدد رسائل موصوف کی نظر سے گزر چکے تھے، چنانچہ تحریر فرماتے ہیں:

''یہ مقدس اکابر (علماء دیوبند) ہمیشہ اولیاء کرام و انبیاء عظام سے توسل کرتے رہتے ہیں(۱) اور اپنے مخالفین کو اس کی ہدایت کرتے ہیں۔ جس کو وہابیہ مثل شرک ناجائز وحرام جانتے ہیں......

وہابیہ کے متعدد رسائل اس بارے میں شائع ہو چکے ہیں جس میں وہ صراحۃً توسل از حضرت سرورِ کائنات علیہ السلام کو نیز توسل بالاولیاء الکرام کو منع کرتے ہیں، جس کا جی

(۱) مولانا نعمانی نے مسئلہ توسل میں اکابر دیوبند کے مسلک کے حق وصواب اور توسل بالاولیاء والانبیاء کے جائز و ثابت ہونے کی جو دلیل دی ہے وہ لائق مطالعہ ہے' فرماتے ہیں: ''وہ (توسل بالصالحین) فی الحقیقت۔ توسل باعمالہم الصالحۃ'' کی ایک صورت ہے اور توسل بالاعمال الصالحہ بالاتفاق جائز اور ثابت ہے۔'' یعنی اس لیے توسل بالصالحین بالاتفاق جائز ہے۔ مولانا کی یہ دلیل منطقی قیاس کی بظاہر شکل اول ہے جو بدیہی الانتاج ہوتی ہے' مگر درحقیقت یہ محض مغالطہ ہے اس میں حداوسط مکرر نہیں ہے۔ جو توسل بالاتفاق جائز ہے وہ داعی کا اپنے اعمال صالحہ کے ساتھ توسل ہے نہ کہ مطلق اعمال صالحہ کے ساتھ خواہ اپنے ہوں یا غیر کے' مولانا نے توسل الداعی باعمالہ اور توسل الداعی باعمال غیرہ میں فرق و امتیاز نہیں کیا۔ فتدبر۔ (باقی اگلے صفحے پر)

چاہے تحقیق کرلے''۔ (ص ۵۶'۵۷)

اس عبارت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مولانا مرحوم پہلے ہی وہابیوں کے متعدد رسائل کا مطالعہ فرما چکے تھے اور ان سے وہابیوں کے نظریہ توسل کی تحقیق کر چکے تھے۔ معلوم نہیں شیخ الاسلام اور ان کے اصحاب کے وہ کون سے رسائل مولانا کو دستیاب ہوئے تھے جن میں صرف توسل کا مسئلہ اس انداز میں بیان کیا گیا ہے کہ جس سے فسق و بدعقیدگی اور انکارِ شفاعت وغیرہ کے جو الزامات وہابیوں پر لگائے جا رہے تھے ان کی نفی و تردید کا کوئی اشارہ نہیں مل سکتا تھا اور ان الزامات کو ان پر پورے وثوق کے ساتھ چسپاں کر دینے میں کوئی حرج نہیں تھا۔ بہرحال مولانا نے جس طرح مسئلہ توسل کی تحقیق کر لی تھی ویسے ہی دوسرے مسائل کی بھی وہابیوں کے رسائل حاصل کر کے تحقیق کر لینی ناممکن

(پچھلے صفحے کا بقیہ فٹ نوٹ)

توسل کے باب میں حضرت امام ابو حنیفہؒ اور صاحبین (امام محمد و امام ابو یوسف) رحمہم اللہ کا کیا مسلک ہے؟ اسے یہاں بیان کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ فقہ حنفی کی مستند کتابوں شرح کرخی للقدوری' درمختار (۲/۶۳۰) فتاوی ہندیہ (۵/۲۸۰) میں ان ائمہ کرام کا جو مسلک بیان کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ "لا ینبغی لاحدان یدعو اللہ الا بہ" یعنی اللہ سے بس اسی کے واسطے سے دعا کرنی چاہیے.......... اسی طرح شرح العقیدہ الطحاویہ (ص ۲۶۲) اور شرح الاحیاء للزبیدی (ج ۲ ص ۲۸۵) میں لکھا ہے کہ: ان آئمہ کے نزدیک یہ بھی جائز نہیں کہ کوئی ان الفاظ میں دعا و توسل کرے؟ اللھم اسئلک بحق فلان" یا یوں کہے: اسئلک بحق انبیائک و رسلک۔

مگر اکابر دیوبند کے نزدیک یہ سب جائز ہے اور وہ اس کی اپنے متوسلین کو ہدایت کرتے اور اس کا شجرہ عطا فرمایا کرتے تھے۔ حضرت مولانا نانوتوی نے ایک قصیدہ طویلہ دربارہ توسل مشائخ سلسلہ چشتیہ صابریہ تحریر فرمایا ہے جو امداد السلوک و نیز دیگر رسائل کے ساتھ شائع ہوتا رہا ہے۔ بطور مثال دو تین اشعار ملاحظہ ہوں۔

بہ حق مقتداء مقتدایاں — حسن بصری امام پیشوایاں
بہ حق شیر یزداں شاہِ مرداں — در علم لدنی فیض رحماں
بہ حقِ سرورِ عالم محمد — بحق برتر عالم محمد

(الشہاب الثاقب ص ۵۶)

نہیں تھی۔ ''وہابیوں'' کی دعوت کا مرکز نجد، ہندو یمن سے دور سہی، مدینہ طیبہ سے بہت دور نہیں تھا، جہاں مولانا ایک عرصہ قیام پذیر رہے وہ اگر نجد تشریف نہیں لے جا سکتے تھے تو اہلِ نجد تو مدینہ منورہ آتے جاتے رہتے تھے اور مولانا کو ان سے ملاقات اور گفتگو کا موقع بھی ملتا تھا (جیسا کہ ''الشہاب الثاقب'' ص ۶۶ سے اشارہ ملتا ہے) ان ''نجدی وہابیوں'' سے ان کے شیخ کے حالات وعقائد معلوم کیے جا سکتے تھے، ان پر لگائے گئے الزامات کی تحقیق کی جا سکتی تھی۔ (جیسا کہ حضرۃ الامام عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے حج کے موقع پر کیا تھا۔ کمامر۔)

تحقیق کی ضرورت اور گنجائش کے باوجود تحقیق نہ کرنا غلطی ہے:

مولانا مدظلہ نے مولانا مدنی کا دفاع اور شہاب ثاقب کی تالیف کا پس منظر بیان کرتے ہوئے اس پر بہت زور دیا کہ مولانا حسین احمد مدنی نے شیخ محمد بن عبدالوہاب کے بارے میں شہاب ثاقب میں جو کچھ لکھا ہے اس کی بنیاد ذاتی تحقیق ومطالعہ پر نہیں تھی۔ یعنی اس لیے مولانا مدنی کا موقف قابلِ فہم ہے اور انہیں دوش نہیں دیا جا سکتا۔ مگر ناچیز اپنی خردگی اور علمی بے مائیگی کے پورے احساس اور مولانا مدنی کے علمی مقام ونیک نیتی کے پورے اعتراف کے باوجود یہ عرض کرنے کی جرأت کرے گا کہ جیسا کہ اوپر واضح کیا گیا ''الشہاب الثاقب'' کی تالیف کے وقت شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب کے بارے میں جو فضا تھی ابھی اس بات کی ضرورت تھی کہ ممدوح پر مخالفین کے لگائے گئے سنگین الزامات اور خرافات وافتراءات کو قبول کرنے اور ان کو قطعیت کے ساتھ شیخ کی طرف منسوب کرنے سے پہلے ان کی تحقیق وتنقید کر لی جاتی، بلاشبہ اس کی ضرورت تھی اور یہ کام ناممکن بھی نہیں تھا۔ اس کے باوجود مولانا مدنی مرحوم نے ان بیہودہ الزامات کو

درجِ کتاب کرتے وقت اور درج کرنے کے بعد بھی کوئی تحقیق نہ کی اور اس کی ضرورت بھی نہ سمجھی تو یہ بہر حال غلطی ہے اس موقف کو درست اور یکسر تسامح اور خطا سے خالی نہیں کہا جا سکتا۔

کسی معاملہ میں کسی بزرگ کی غلطی کو غلطی کہنا اس کی شان میں گستاخی و بے ادبی اور اس کی اہانت نہیں ہے۔ دارالعلوم دیو بند کے معاملہ میں مولانا نعمانی حضرت قاری طیب صاحبؒ کے اقدامات کو ان کی زندگی میں بھی غلط کہتے رہے اور آج (قاری صاحب کی وفات کے بعد بھی غلط کہہ رہے ہیں...... غلطی تو کسی بھی انسان سے ہو سکتی ہے، یہ اس کی فطرت ہے۔ لیکن کسی غلطی کو بیجا تاویل و توجیہہ کے ذریعہ خواہ مخواہ درست اور صواب قرار دینے کی کوشش مناسب و معقول نہیں ہے۔ وما ابرئ نفسی ان النفس لا مارة بالسوء.

مولانا مدنی کے تحقیق نہ کرنے کی ایک وجہ:

شیخ محمد بن عبدالوہاب کے بارے میں تحقیق کی ضرورت اور اس کے ممکن ہونے کے باوجود مولانا مدنی مرحوم کی یہ روش کہ نہ تحقیق کی اور نہ اس کی ضرورت سمجھی، اس کی وجوہ خواہ جو بھی ہوں، ایک وجہ خود مولانا نعمانی کی زیرِ نظر کتاب سے سمجھ میں آتی ہے۔

اس کی توضیح یہ ہے کہ حضرت مولانا انور شاہ کشمیری (م۱۳۵۲ھ) کی تقریر بخاری ''فیض الباری'' میں بھی ایک جگہ شیخ الاسلام کا ذکر کیا گیا ہے اور ان کے متعلق بہت سخت اور ناگوار و نامناسب الفاظ میں رائے ظاہر کی گئی ہے۔ الفاظ یہ ہیں:

انهٗ كان رجلا بليدا قليل العلم فكان يتسارع الى الحكم بالكفر (ج۱ ص۱۷۰) یعنی محمد بن عبدالوہاب بیوقوف اور کم علم شخص تھا۔ اس لیے کفر کا حکم لگانے میں

جلد بازی کرتا تھا۔)

محترم مولانا نعمانی کے نزدیک یہ الفاظ ان کے شیخ مولانا کشمیری کے نہیں ہو سکتے، کیوں...... اس لیے کہ آپ (یعنی مولانا کشمیری) کے تحقیقی مزاج سے یہ بات بہت ہی بعید ہے کہ کسی شخص کی کوئی تحریر وتصنیف دیکھے بغیر صرف مخالفانہ پروپیگنڈہ سے متاثر ہو کر اس کے لیے ''بلید'' اور ''قلیل العلم'' جیسے الفاظ استعمال فرمائیں۔(۱) (ص۱۲۵)

اس سے معلوم ہوا کہ مولانا مدنی مرحوم نے شیخ محمد بن عبدالوہاب کی تحریر وتصنیف کو دیکھے بغیر جو ''بلید وقلیل العلم'' سے کہیں زیادہ نامناسب و ناگوار الفاظ شیخ کے بارے میں استعمال فرمائے اور ذاتی مطالعہ وتحقیق کی ضرورت نہیں سمجھی تو اس لئے کہ موصوف کا مزاج تحقیقی نہیں تھا۔

ناقابلِ فہم:

مولانا مسعود عالم ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''محمد بن عبدالوہاب ایک مظلوم اور بدنام مصلح'' کے ص ۱۷۵ کے حاشیہ میں اہلحدیث ہند اور اہل نجد کے مابین ''تکفیر وقتال'' کے مسئلہ میں اختلافِ رائے کا ذکر کیا ہے اور جماعت اہلحدیث کے ایک قدیم رسالہ اشاعۃ السنہ (شمارہ نمبر ۵ جلد نمبر ۳۰۰اھ ۱۸۸۲ء) کے حوالہ سے اہلحدیثوں کا یہ موقف بیان کیا ہے:

''اہلحدیث ہند وہابیہ نجد سے تکفیر وقتل اہل مخالفین میں مخالف ہیں۔''

۱۔ واضح رہے کہ مولانا نعمانی کا یہ انکار یا استبعاد خلاف واقعہ ہے۔ کشمیر ہی کے ایک واقف کار جناب ڈاکٹر سید محمد فاروق بخاری شعبہ عربی امر سنگھ کالج سرینگر لکھتے ہیں کہ:
'حضرت شاہ صاحب کی طرف اس موقف کے انتساب کی صحت میں شک کرنا ہمارے نزدیک درست نہیں۔ (ماہنامہ معارف اعظم گڈھ اپریل ۱۹۸۴ء ص ۲۸۷ حاشیہ نمبر ۳)

محترم نعمانی صاحب اس حاشیہ کو اپنی کتاب کے ص ۱۳٦ میں نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

”اور یہ بات نا قابل فہم ہے کہ ان اکابر علماء اہلحدیث نے شیخ محمد بن عبدالوہاب اوران کی جماعت کے علماء کی کتابیں نہ دیکھی ہوں۔“

جی ہاں! یہ بات یقیناً فہم شریف میں آنے والی نہیں کہ نجد سے دور دراز ملک ہندوستان کے اندر ۱۳۰۰ھ میں بعض علمائے اہلحدیث نے شیخ کی کتابیں نہ دیکھی ہوں۔ لیکن یہ بات یکدم قابل فہم ہے کہ نجد سے قریب ہی مدینہ منورہ میں (جہاں اہلِ نجد اور شیخ کی جماعت کے لوگ آتے رہتے تھے) ۱۳۰۰ھ میں نہیں بلکہ اس کے پچیس، تیس برس بعد بھی مولانا مدنی نے جو مدینہ منورہ میں عرصہ سے مقیم تھے، شیخ اوران کی جماعت کے علماء کی کتابیں نہ دیکھی ہوں۔ اس لئے علماء اہلحدیث مذکورہ بالا مسئلوں میں شیخ سے اختلاف کرنے میں معذور ہوں یا نہ ہوں مگر مولانا مدنی مرحوم شیخ کے بارے میں سخت نامناسب و ناگوار اور خلافِ واقعہ باتیں پورے وثوق کے ساتھ لکھ دینے اور اس کی اشاعت کرنے میں بہرحال معذور ہیں۔

مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحكمون. یہ آپ کو کیا ہو گیا ہے؟ آپ کیسے فیصلے کر رہے ہیں؟ اعدلوا هو اقرب للتقوىٰ. پرہیز گاری کا تقاضا یہ ہے کہ انصاف کیجئے۔

تعجب انگیز:

علامہ قاضی شوکانی یمنی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ محمد بن عبدالوہاب کی دعوتِ اخلاص توحید و اتباع شریعت اور اس راستے میں ان کی جدوجہد اور اس کے مبارک اثرات کے معترف اور بڑے قدرداں ہیں، البتہ بعض امور کے متعلق ان کو صحیح اطلاعات نہیں ملی تھیں، جس

کے وہ خود بھی شا کی ہیں۔ مولانا نعمانی اس سلسلے میں ص۲۰ پر لکھتے ہیں

"وہ (قاضی شوکانی) شیخ محمد بن عبدالوہاب کے علاقہ اور مرکز دعوت (نجد) سے بہ نسبت علماء ہند کے بہت قریب تھے۔ شیخ محمد بن عبدالوہاب، ان کے فرزندوں اور تلامذہ کی تصانیف کا ان تک نہ پہنچنا تعجب انگیز ہے۔"

بیشک! مگر عرض ہے کہ جب بات قرب و بعد مسافت ہی کی ہے تو کیا یمن نجد سے بہ نسبت مدینہ منورہ کے بھی زیادہ قریب ہے؟ یمن میں قاضی شوکانی تک شیخ وغیرہ کی کتابوں کا نہ پہنچنا تعجب انگیز ہے تو کیا مولانا مدنی تک مدینہ طیبہ میں جو شیخ کے علاقہ اور مرکزِ دعوت (نجد) سے بہ نسبت یمن کے بہت زیادہ قریب ہے ان حضرات کی کتابوں کا نہ پہنچنا تعجب انگیز نہیں ہے؟۔

یہی دورخی مولانا نعمانی صاحب نے شیخ دحلان مکی (م۱۳۰۴) کے تعلق سے بھی برتی ہے۔ یعنی شیخ الاسلام کے خلاف شیخ دحلان کے انتہائی مخالفانہ اور افتراء پردازانہ رویہ کو بھی کسی جگہ نا قابل فہم اور حیرت انگیز قرار نہیں دیا ہے حالانکہ وہ مکہ مکرمہ کے رہنے والے تھے۔ کیا ان تک شیخ اور ان کے اصحاب کی کتابوں کا نہ پہنچنا حیرت انگیز نہیں ہے اور ان کا شیخ کی کتابوں کو نہ دیکھنا نا قابلِ فہم نہیں ہے؟۔

مولانا نعمانی مدظلہ نے اس پر بھی کہیں حیرت و تعجب کا اظہار نہیں کیا ہے کہ علامہ ابن عابدین شامی (صاحب ردالمختار حاشیہ درمختار) متوفی ۱۳۵۲ھ جو قاضی شوکانی متوفی ۱۳۵۰ھ کے معاصرِ ہیں اور نجد سے تقریباً قاضی صاحب ہی کی جتنی مسافت پر شام کے رہنے والے ہیں۔ انہوں نے بھی شیخ محمد بن عبدالوہاب کے متبعین کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ خوارج کے حکم میں ہیں۔ (جبکہ قاضی صاحب نے اس گمان کی تردید کی ہے) اور یہ کہ وہ اپنے مخالفین کو کافر و مباح الدم سمجھتے ہیں۔ انہی علامہ شامی کے بیان پر اعتماد کر

کے مولانا رشید احمد گنگوہی مرحوم نے شروع میں شیخ اور ان کے اصحاب کے بارے میں سخت رائے ظاہر کی تھی۔

عجیب معاملہ ہے کہ شیخ محمد بن عبدالوہاب کے متعلق ہندوستان جیسے دور دراز ملک میں ابتدائی سنین میں بعض امور میں بعض اہلحدیثوں کو صحیح معلومات کا حاصل نہ ہونا تو ناقابلِ فہم اور تعجب انگیز ہو، لیکن انتہائی قریب رہنے اور بعد کے سنین (سالوں) میں ہونے کے باوجود حنفی علماء کو شیخ کے حالات کا علم نہ ہونا اور ان کی طرف سے شیخ کے خلاف یکسر ناروا' مخالفانہ اور متجاہلانہ رویہ اختیار کرنا کسی درجہ میں ناقابلِ فہم اور باعث تعجب نہ ہو۔ آخر یہ کون سی منطق ہے؟

مولانا مدنی کا رجوع اور اس کی حقیقت:

مولانا حسین احمد مدنی مرحوم نے شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہابؒ کے متعلق ''شہاب ثاقب'' کے اندر جو بے سروپا باتیں لکھ دی تھیں۔ ان سے جیسا کہ مولانا نعمانی صاحب نے بیان فرمایا ہے' تالیف کے کوئی تیرہ چودہ برس بعد ۱۹۲۵ء میں ایک اخباری بیان کے ذریعہ رجوع کر لیا تھا جو اس وقت مولانا ظفر علی خاں مرحوم کے روزنامہ اخبار ''زمیندار'' میں شائع ہوا تھا۔ شیخ الاسلام کے بارے میں مولانا مدنی مرحوم نے مذکورہ کتاب میں جو کچھ لکھا تھا اسے اس بیان میں اپنی تحقیق سے تعبیر کیا ہے، مگر ایک ایسی تحقیق جس کی بنیاد محض افواہوں یا شیخ کے مخالفین کے اقوال پر تھی۔ مولانا مدنی کے نام نہاد اخباری رجوع کا متن جو مولانا نعمانی نے نقل کیا ہے...... درج ذیل ہے:

''مجھ کو اس امر کے اعلان کرنے میں ذرہ پس و پیش نہیں ہے کہ میری وہ تحقیق جس کو بخلاف اہل نجد رجوم المذنبین اور الشہاب الثاقب میں لکھ چکا ہوں۔ اس کی بنا ان کی

کسی تالیف وتصنیف پر نہ تھی بلکہ محض افواہوں یا ان کے مخالفین کے اقوال پر تھی۔ اب ان کی معتبر تالیف بتا رہی ہے کہ ان کا خلاف اہلِ سنت والجماعت سے اس قدر نہیں ہے جیسا کہ ان کی نسبت مشہور کیا گیا ہے، بلکہ چند جزوی امور میں صرف اس درجہ تک ہے کہ جس کی وجہ سے ان کی تکفیر، تفسیق یا تضلیل نہیں کی جا سکتی'(۱) واللہ اعلم۔

(اکمل البیان ص ۹ بحوالہ روز نامہ زمیندار، لاہور۔ مورخہ ۱۷ مئی ۱۹۲۵ء)

(واضح رہے کہ یہ اخباری بیان بالکل جعلی اور غلط ہے۔ جس کی تفصیل ہم آگے بیان کریں گے۔)

البتہ مولانا نعمانی نے صرف یہی نہیں کہ اس بیان کو پورے وثوق کے ساتھ نقل کیا ہے بلکہ مولانا مدنی کے رجوع کرنے کی وجہ اور اس کا پس منظر بھی وضاحت و تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے:[۱]

جب ۱۹۲۴ء میں حرمین شریفین پر سلطان ابن سعود کا قبضہ ہو گیا اور انہوں نے اپنے دینی مسلک اور ''وہابی حکومت'' کی قدیم روایات کے مطابق سختی سے دینی اصلاحات نافذ کیں۔ تو ہندوستان بھر کے قبوری مبتدعین کے تمام طبقوں نے متحد ہو کر یہاں ایک ''جنگ عظیم'' برپا کر دی اور زور وشور کے ساتھ ملک گیر پیمانہ پر تحریک چلائی کہ چونکہ مکہ شریف اور مدینہ شریف پر نجدی وہابیوں کا قبضہ ہو گیا ہے اور وہ دنیا بھر کے کافروں سے بدتر قسم کے کافر ہیں، اس لئے جب تک ان کا قبضہ ہے، کوئی مسلمان حج کو نہ جائے۔ اس سلسلہ میں وہابیوں کے خلاف ''الشہاب الثاقب'' کی وہ عبارتیں بھی پیش کی جاتی تھیں جن کا پہلے ذکر کیا جا چکا ہے، اس طرح مسلمانوں کو حج سے روکنے کے لیے حضرت مولانا

---

۱ معلوم نہیں وہ کون سے امور و مسائل ہیں جن میں شیخ الاسلام اہل سنت و جماعت کے مسلک کے خلاف اور ان کی راہ سے ہٹے ہوئے تھے۔؟

حسین احمد مدنی کی عبارتیں اور ان کا نام بھی استعمال ہو رہا تھا۔ اس وقت لوگوں نے اس بارے میں مولانا سے سوالات کیے۔ تب آپ نے اس مسئلہ پر از سر نو غور کرنے کی ضرورت محسوس کی اور اس کے بعد آپ نے مندرجہ بالا اخباری بیان جاری کیا۔

الشہاب الثاقب کی تصنیف کا پس منظر:

مناسب ہو گا کہ ناظرین مولانا مدنی مرحوم کے محولہ نام نہاد اخباری رجوع کی حقیقت جاننے اور اس پر کوئی تبصرہ پڑھنے سے پہلے ''الشہاب الثاقب'' کی تصنیف کے اس پس منظر سے بھی واقف ہو جائیں اور اسے پیش نظر رکھیں جسے خود محترم مولانا نعمانی صاحب نے بیان فرمایا ہے۔ نیچے اس کا خلاصہ پیش کیا جا رہا ہے۔

''اس زمانہ میں ہندوستان کے قبوری مبتدعین کے گروہ اور قائد و امام مولوی احمد رضا خاں بریلوی نے جماعت علماء دیو بند کے اکابر مشائخ کی قطعی تکفیر کا فتویٰ تیار کیا اور ان کی طرف نہایت خبیث کافرانہ عقائد منسوب کیے۔ اور ان کی بنا پر ان حضرات کو کافر قرار دیا اور یہ بھی لکھا کہ جو کوئی ان کے کفر و ارتداد میں شک و شبہ کرے وہ بھی ایسا ہی کافر و مرتد ہے۔ رضا خان نے یہ فتویٰ عربی زبان میں تیار کیا اور ہندوستانی عوام کی نگاہ میں اس کو زیادہ معتبر بنانے کے لیے ۱۳۲۲ھ میں حرمین شریفین کا سفر کیا اور وہاں کے بہت سے علماء کی اس فتویٰ پر پُر جوش تصدیقات حاصل کر لیں۔ یہی فتویٰ علماء حرمین کی تصدیقات اور اردو ترجمہ کے ساتھ ''حسام الحرمین'' کے نام سے ہندوستان میں شائع کیا گیا اور یہاں کے قبوری مبتدعین کی طرف سے پورے زور و شور کے ساتھ پروپیگنڈہ کیا گیا کہ مکہ شریف اور مدینہ شریف کے علماء کرام اور مفتیان عظام نے بھی علماء دیو بند کے اکابر (مولانا نانوتوی اور مولانا گنگوہی وغیرہ) کو کافر و مرتد قرار دیا ہے اور فتویٰ دیا ہے کہ

جو کوئی ان کو کافر نہ کہے یا ان کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر و مرتد و جہنمی ہے۔...... واقعہ یہ ہے کہ قبوریوں کی اس چال اور اس پروپیگنڈہ نے ہندوستان کے بیچارے عوام مسلمانوں کو جو حقیقت حال کو خود نہیں سمجھ سکتے تھے، سخت فتنہ میں مبتلا کر دیا تھا اور جماعت علماء دیوبند پر فرض ہو گیا تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ان امتیوں کو فتنہ و گمراہی سے بچانے کے لیے مولوی احمد رضا خاں صاحب کے لگائے گئے الزامات کی جواب دہی اور اپنے مسلک کی وضاحت کرے...... اس سلسلہ میں اکابر علماء دیوبند کی طرف سے چند تحریری بیانات اور رسالے شائع ہوئے ...... مولانا حسین احمد مدنی نے بھی ...... ''حسام الحرمین'' کی تردید میں ایک رسالہ لکھا، اسی کا نام ''الشہاب الثاقب'' ہے۔ اس میں مولانا ممدوح نے پورے بسط و تفصیل کے ساتھ مولوی احمد رضا خاں صاحب کے الزامات و افتراءات کی تردید اور اپنے مشائخ علماء دیوبند کے عقائد و مسلک کی وضاحت کی ہے۔ اسی ضمن میں اس الزام کی بھی پوری تردید کی ہے کہ علماء دیوبند ''وہابی'' یعنی شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدیؒ کے پیرو ہیں''(۱)...... اور شیخ اور علماءء دیوبند کے عقائد و اعمال کے مابین فرق اور شیخ سے بےتعلقی بلکہ شدید غیظ و غضب اور وہابیت سے براءت ظاہر کرتے ہوئے وہ کچھ لکھا ہے جسے ناظرین گزشتہ صفحات میں پڑھ آئے ہیں۔

یہ تھی وہ فضا اور ماحول جس میں الشہاب الثاقب جیسی جذباتی کتاب لکھی گئی۔ ناظرین غور فرمائیں کہ ایسے جذباتی ماحول میں اور ایسے جذباتی موضوع پر جو کتاب لکھی گئی ہو۔ اور وہ بھی ہماوشما کے قلم سے نہیں بلکہ مرکز عقیدت دارالعلوم دیوبند کے استاد حدیث' شیخ مدینہ حضرت مولانا حسین احمد مدنی جیسے ''بزرگ'' کے اثر انگیز قلم سے جو معرفت وسلوک کی منازل کو تیز رفتاری کے ساتھ طے کر کے آئندہ جلد ہی، قطب العالم،

۱؎ مولانا نعمانی کی کتاب ص ۸۴۔۸۶

شیخ الاسلام والمسلمین کے بلند مقام پر فائز ہو گئے تھے اور جن کے ارادتمندوں کا حلقہ عرب وعجم میں پھیلا ہوا تھا اور جن سے علماء اور مشائخ اور عوام بے پناہ عقیدت رکھتے تھے۔تو وہ کتاب حلقہ دیو بند میں کس درجہ مقبول ہوئی ہوگی اور ہاتھوں ہاتھ لی گئی ہوگی۔ اور مجلسوں میں پڑھی گئی ہوگی۔اور کس طرح عوام وخواص کے ذہنوں کو اس نے شیخ محمد بن عبدالوہاب کے خلاف متاثر اور مسموم کیا ہوگا۔ نیز قبوری مبتدعین نے بھی اسے شیخ اور ان کی جماعت کے خلاف نفرت انگیزی اور پروپیگنڈہ مہم میں کتنا استعمال کیا ہوگا۔ یہ سب بیان کرنے کی حاجت نہیں ہے۔عیاں راچہ بیاں۔

مولانا مدنی کے اخباری رجوع سے متعلق چند معروضات:

مذکورہ بالا صورتحال نگاہ میں ہوتو لازماً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسے اہم معاملے میں اور شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب کے خلاف بے شمار لوگوں کے ذہنوں میں شہاب ثاقب کی پیدا کردہ بدگمانیوں اور غلط فہمیوں کے ازالہ اور اتنے دوررس نفرت انگیز اثرات کی تلافی اور ہمیشہ کے واسطے ان کی پیش بندی کے لیے کیا ایک مختصر سا اخباری بیان شائع کرا دینا کافی تھا؟ وہ بھی کسی موقر ماہنامہ میں نہیں (کہ مدت تک محفوظ رہتا اور لوگوں کی نظروں سے گزرتا رہتا۔) بلکہ ایک اردو روزنامہ میں ......کوئی اردو روزنامہ اخبار خواہ کتنا ہی کثیر الاشاعت سہی مگر اس کی زندگی ہی عموماً کیا ہوتی ہے؟ ہفتہ، دس دن، مہینہ، برس دن! اس کے بعد تلاش کیجیے تو شاید ہی مل جائے کسی بڑی لائبریری میں بھی بمشکل تمام ہی ملے گا۔اور جوں جوں مدت گزرتی جاتی ہے اس کے ملنے کی امید موہوم ہوتی جاتی ہے۔ اور اس میں شائع شدہ چیزیں اور بیانات نسیاً منسیا ہو جاتے ہیں۔

مولانا مدنی کا اخباری بیان کیسے اور کہاں ملا؟

چنانچہ مولانا مدنی کے زیر بحث اخباری بیان کا حال یہی ہوا۔ خود مولانا نعمانی مدظلہ لکھتے ہیں کہ ''اس مضمون کے لکھتے وقت میری بڑی خواہش تھی کہ مجھے کہیں سے اس اخباری بیان کا پتہ چل جائے لیکن امید نہیں تھی کہ ۵۰، ۵۵ سال پہلے کا اخبار کا وہ پرچہ کہیں مل سکے گا۔'' (ص ۸۱)

اور واقعی مولانا کو اصل پرچہ کے بارے میں کہیں سے کوئی اطلاع نہیں مل سکی۔ مولانا حسین احمد مدنی کے عام معتقدین کیا خواص مریدین و خلفاء مجازین میں سے بھی کسی نے اس کے بارے میں کوئی پتہ نہیں دیا۔ بیان ملا بھی تو نقل در نقل صورت میں۔ چنانچہ مدراس کے مولانا مرحوم کے ایک شاگرد اور مسترشد مولانا شاہ صبغۃ اللہ بختیاری نے مولانا نعمانی کو اطلاع دی کہ مولانا مرحوم کا وہ بیان ''زمیندار'' لاہور کے حوالے سے مولوی حافظ عزیز الدین مراد آبادی (۱) کی تصنیف ''اکمل البیان'' میں بھی شائع ہوا تھا۔ مولانائے محترم کو اسی کتاب سے مولانا مدنی کا مطلوبہ اخباری بیان کسی طرح مل گیا۔

یعنی یہ نہیں ہوا کہ مولانا نعمانی کے زیر تبصرہ مضمون شائع ہوتے ہی علماء دیو بند مولانا مدنی کے منتسبین و متوسلین کی طرف سے مولانا نعمانی کو خطوط ملنے لگے ہوں کہ و

۱؎ مولانا نعمانی صاحب نے اپنی کتاب میں نواب والا جاہؒ کے اہلحدیث ہونے کی بار بار صراحت کی ہے (حالانکہ یہ معلوم و مشہور چیز ہے) اسی طرح مولانا مسعود عالم ندویؒ کے نام کے ساتھ بھی ''سلفی'' بڑھ نہیں بھولے ہیں، مگر مولانا مراد آبادی کے نام کے آگے پیچھے کوئی ایسا لقب نہیں لگایا ہے، جس سے ان کا اہلحدیث ہونا ظاہر ہو۔

کتاب کے عربی ایڈیشن میں متن کتاب کے اندر آمدہ علماء و اعیان کا حاشیہ میں ترجمہ و تعارف دینے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ ص ۱۲۴ میں مولانا مراد آبادی مرحوم اور مولوی نعیم الدین (بریلوی) دونوں کا ذکر ساتھ آیا ہے۔ یہاں بریلوی مولوی کا تذکرہ و تعارف تو لکھا گیا ہے لیکن مولانا عزیز الدین مراد آبادی کا کوئی تذکرہ و تعارف لکھنے سے یہاں بھی گریز کیا گیا ہے۔ اللہ جانے اس میں کیا مصلحت ہے۔

بیان ہماری نظر سے بھی گزرا ہے اور ہماری جماعت کے فلاں فلاں پرچوں اور رسالوں میں بھی شائع ہوا تھا اور ہمارے فلاں صاحب کی کتاب میں موجود ہے...... یہ کچھ بھی نہیں ہوا جیسا کہ مولانا کی تحریر سے اندازہ ہوتا ہے۔ عالم کی کتاب میں بھی منقول ہے اور فلاں صاحب کی کتاب میں موجود ہے...... یہ کچھ بھی نہیں ہوا جیسا کہ مولانا کی تحریر سے اندازہ ہوتا ہے۔ بلکہ وہ بیان دستیاب بھی ہوا تو کہاں؟...... ایک اہلحدیث عالم مولانا حافظ عزیز الدین مراد آبادی رحمہ اللہ کے یہاں جنہوں نے اسے اپنے ایک مقالہ میں ضمناً درج کر لیا تھا، جو ایک بریلوی مولوی نعیم الدین مراد آبادی کی کتاب ''المیب البیان فی ردتقویۃ الایمان'' کے جواب میں شائع ہوا تھا۔ وہ مقالہ کئی سال تک مشہور ہفتہ وار اہلحدیث امر تسر میں شائع ہوتا رہا اور پھر ایک اہلحدیث مکتبہ ''المکتبہ السّلفیہ'' لاہور سے کتابی شکل میں ''اکمل البیان'' کے نام سے شائع ہوا۔ محترم مولانا نعمانی نے مولانا مدنی کا بیان اسی سے نقل کیا ہے۔

اس تفصیل سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

اس تفصیل سے دو باتیں نہایت واضح طور پر سامنے آئیں۔ اول یہ کہ مولانا مدنی کی مقبول تصنیف ''الشہاب الثاقب'' نے شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب کے خلاف جو دور رس اور پائیدار مضر اثرات عوام و خواص کے ذہنوں میں پیوست کیے اس کے ازالہ کے لیے اردو روزنامہ میں ایک اخباری بیان کی اشاعت پر اکتفا کیا گیا۔ یعنی ایک ناپائیدار اور محض وقتی تدبیر اختیار کرنے کو کافی سمجھا گیا۔

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ حلقہ دیوبند نے مولانا مدنی مرحوم کے رجوع اور اخباری بیان کی تشہیر و اشاعت اور اس کی حفاظت اور آئندہ نسلوں تک اسے پہنچانے کی

کوشش نہیں کی، یا اس کا وہ اہتمام نہیں کیا جس کی بہر حال ضرورت تھی، تا کہ اس کا فائدہ عمومی بھی ہوتا اور وہ محفوظ بھی ہو جاتا اسی عدمِ اعتناء کا یہ نتیجہ ہے کہ عوام تو درکنار خواص کو بھی شاید اس کا آج علم نہیں ہے یا ثبوت میں پیش کرنے کے لیے ان کے پاس یہ بیان اپنے کسی ہفتہ وار یا ماہنامہ یا کتاب میں محفوظ نہیں ہے۔

مولانا مدنی نے اپنے خیالات سے رجوع نہیں کیا تھا اس کے قرائن وشواہد:

حقیقت یہ ہے کہ مولانا مدنی کے رجوع کا مذکورہ اخباری بیان محض افسانہ معلوم ہوتا ہے جس کی کوئی اصلیت نہیں ہے۔ سب سے پہلی بات قابلِ غور یہ ہے کہ مولانا مدنی کے متوسلین اور عقیدتمندوں کا حلقہ آسام سے لے کر کراچی تک پھیلا ہوا تھا اور اس حلقے سے ہزاروں نہیں تو سینکڑوں اخبارات و رسائل ضرور شائع ہوتے تھے۔ جن میں سے بعض بہت ہی زیادہ مقبول تھے اور اپنا نہایت وسیع حلقہ اشاعت رکھتے تھے، لیکن کیا یہ بات کسی عجوبہ روزگار سے کم ہوگی کہ مولانا مدنی کے اس بیان کو ان کے اس پورے حلقہ ارادت میں کہیں جگہ نہ ملی بلکہ...... جو اماں ملی تو کہاں ملی؟ ......مولانا ظفر علی خاں کے اخبار ''زمیندار'' میں جو سیاسی طور پر مولانا کے نہایت سخت مخالف حریف اور اس طبقہ سیاست کے سرخیل تھے جن کا ترانہ بالآخر مولانا مدنی کے متعلق یہ ٹھہرا ہے۔ ؎

عجم ہنوز نہ داندر موزِدیں ورنہ   زدیو بند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی ست!
سرود برسر منبر کہ ملت از وطن ست   چہ بے خبر ز مقام محمد عربی ست!
بہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست   اگر باونہ رسیدی تمام بولہبی ست!

(یعنی عجم اب بھی دین کے اسرار نہیں جانتا۔ ورنہ دیو بند سے حسین احمد؟ یہ کیا بوالعجبی ہے۔ اس نے اسٹیج کے اوپر سے یہ راگ الاپی کہ قوم وطن سے ہے۔ وہ محمد عربی کے مقام سے کس قدر ناواقف ہے۔ اپنے آپ کو محمد ﷺ تک پہنچا کہ وہی سراپا دین ہیں اگر وہاں تک نہ پہنچایا تو سب کی سب بولہبی ہے۔) کیا یہ بات کسی طرح باور کی جاسکتی ہے کہ مولانا مدنی کا ایک اتنا اہم اور ذمہ دارانہ بیان صرف ایسے حریف کے یہاں شائع ہونے کا مستحق تھا اور مولانا کے متوسلین کے لیے درخور اعتناء نہ تھا۔

رجوع سے متعلق اس اخباری بیان کے افسانہ ہونے کا ایک قرینہ یہ بھی ہے کہ ''الشہاب الثاقب'' مولانا مدنی کے مذکورہ نام نہاد اخباری رجوع کے بعد بھی شائع کی جاتی رہی اور انہی خرافات وافتراءات' کے ساتھ شائع کی جاتی رہی جن سے مولانا مرحوم نے اس بیان کے مطابق ''رجوع'' کر لیا تھا اور وہ اپنا کام کرتی رہی۔ اور آج تک اسی طرح کی اشاعت کا سلسلہ جاری ہے...... مگر مجھے بلکہ مولانا نعمانی کو بھی نہیں معلوم کہ مولانا مدنی سے حین حیات یا ان کے مسترشدین ومتوسلین اور علماء دیو بند نے ان کے بعد ناشرین کو اس پر ٹوکا ہوا۔ اور یہ تاکید کی ہو کہ یہ کتاب ''رجوع'' سے متعلق اخباری بیان کو شامل کیے بغیر شائع نہ کی جائے۔...... حد تو یہ ہے کہ محترم مولانا نعمانی صاحب نے بھی اس کی اسی طرح اشاعت پر نہ کسی تاسف کا اظہار کیا ہے' نہ ناشرین کو یہ مشورہ ہی دیا ہے کہ کم از کم اب اس کی آئندہ اشاعتوں میں یہ اخباری بیان ضرور شامل کر لیا جائے تاکہ یہ کتاب شیخ کے بارے میں مزید غلط فہمی کا سبب نہ بننے پائے۔

حالانکہ بقول نعمانی صاحب مولانا مدنی مرحوم نے شیخ محمد بن عبد الوہاب کے بارے میں اپنی سابقہ رائے سے رجوع کر لیا تھا۔ اور ان کے نزدیک یہ محقق ہو گیا تھا کہ وہ باتیں جو انہوں نے شیخ کے بارے میں ''الشہاب الثاقب میں بلا تحقیق لکھی تھیں' بے

بنیاد اور محض غلط تھیں' تو حق یہ تھا کہ کتاب کے اس حصہ پر نظر ثانی فرما کر اسے حذف کر دیتے۔ پوری کتاب کا معاملہ نہیں تھا' صرف چند صفحات کی بات تھی' مولانا کی مصروف زندگی میں بھی اتنی فرصت نکل آنی کوئی مشکل نہیں تھی۔ یا پھر کسی لائق مسترشد کو حکم فرما دیتے اور وہ یہ کام بآسانی انجام دے دیتا' یا پھر کم از کم اس بیان کو جزو کتاب بنا دیتے اور ناشرین کو ہدایت فرما دیتے کہ کتاب کے ساتھ یہ بیان بھی ضرور شائع کیا جائے تا کہ اس کتاب کو پڑھنے والا کوئی بھی شخص نہ شیخ کے بارے میں کسی قسم کی بدگمانی میں مبتلا ہوتا' نہ مولانا ہی کے بارے میں اسے یہ غلط فہمی ہوتی کہ شیخ کے متعلق ان کو آخر تک گویا تحقیق نہیں ہو سکی اور شیخ کے صحیح حالات وعقائد کا علم نہ ہو سکا.......... آخر مولانا کے ''رجوع'' کر لینے کا مقصد تو یہی رہا ہو گا کہ ان کی کتاب سے کوئی شخص شیخ کے عقائد و افکار کے بارے میں غلط فہمی کا شکار نہ ہو...... ظاہر ہے یہ فریب کاری تو مقصود نہیں ہو سکتی کہ رجوع کا نام بھی ہو جائے اور کتاب یوں ہی چھپتی رہے اور اپنا برا اثر دکھاتی رہے۔ سوال یہ ہے کہ پھر اس بیان کے فائدہ کو عمومی اور محفوظ بنانے کے لیے اخبار میں وقتی اشاعت کے ساتھ اس کو جزو کتاب بنا دینے میں کیا دشواری تھی۔ اور کون سی چیز اس سے مانع تھی؟

آیئے اب ان قرائن کی دنیا سے نکل کر حقائق اور امر واقعہ بھی ملاحظہ فرما لیجئے۔

رجوع نہ کرنے کی صراحت خود مولانا مدنی سے

(۱) مولانا مدنی نے ''نقش حیات'' کے نام سے اپنی ایک خودنوشت سوانح عمری لکھی ہے۔ جو شیخ محمد بن عبدالوہاب کے بارے میں سابقہ خیالات سے رجوع والے موضوعہ اخباری بیان کے ۲۸ برس بعد شائع ہوئی ہے۔ اس کا مطالعہ فرمایئے تو واضح ہو گا کہ اس میں مولانا مدنی نے احمد رضا خان بریلوی کے اتہامات کی تردید کرتے ہوئے الزام ''وہابیت'' سے اپنی اور اکابر دیوبند کی شدت کے ساتھ برأت ظاہر کی ہے اور اس ضمن

میں ''وہابیوں'' اور ''اکابر دیوبند'' کے عقائد و اعمال میں فرق و اختلاف بیان کرتے ہوئے اس کتاب میں بھی ''وہابیوں'' کے بارے میں تقریباً وہی باتیں کہی ہیں جو شہاب ثاقب میں کہہ چکے ہیں' چنانچہ فرماتے ہیں:

''یہ لوگ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے پیرو تھے اور اپنے عقائد و اعمال میں نہایت سخت غالی تھے' انہوں نے اہالی حرمین پر بہت زیادہ تشددات کیے تھے اور اپنے مخالف عقائد و اعمال والوں کو بہت ستایا تھا۔ اس لیے اہل حرمین کو ان سے بہت زیادہ بغض و تنفر تھا...... اہل حجاز کو وہابیت سے اس قدر نفرت مظالم مذکورہ کی وجہ سے ہو گئی تھی کہ عیسائیت و یہودیت سے بھی اتنی نفرت نہ تھی...... وہابیہ بارگاہ نبوت میں گستاخانہ کلمات استعمال کرتے رہتے ہیں...... (ص ۱۱۸۔۱۲۱)

''الغرض وہابیہ کے عقائد و خیالات اور ان کے اعمال سے ان بزرگواروں یعنی اکابر دیوبند کو دور کا بھی تعلق نہیں ہے' اور نہ تھا۔ وہ (وہابیہ) مسلمانوں کو ذرا ذرا سی بات پر مشرک اور کافر قرار دیتے ہیں اور ان کے مال اور خون کو مباح جانتے ہیں اور جانتے تھے' جیسا کہ علامہ شامی رحمتہ اللہ علیہ نے ردالمختار میں لکھا ہے۔ (ص ۱۲۳۔۱۲۴)

غور کیجئے یہ فقرے وہابیوں کے بارے میں ''الشہاب الثاقب'' والے خیالات سے رجوع کی دلیل ہیں' یا ان پر قائم و برقرار رہنے کی۔؟

مولانا نے یہ اظہار رائے اہل نجد (جن میں ظاہر ہے کہ سرفہرست شیخ اور ان کے فاضل صاحبزادگان و اولاد اور تلامذہ رہے ہوں گے) کی معتبر تالیف دیکھنے کے بعد کیا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں یہاں تکفیر کے باب میں محترم مولانا نعمانی صاحب کی تحقیق نقل کر دوں' مولانا تحریر فرماتے ہیں:

''اس عاجز نے شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ان کے فاضل فرزندوں اور تلامذہ کی جو

تحریریں پڑھی ہیں اور اپنے امکان کی حد تک غور سے پڑھی ہیں ان کے مطالعہ سے راقم سطور نے یہ محسوس نہیں کیا کہ وہ تکفیر کے بارے میں بے باک اور غیر محتاط ہیں۔ اگر ان کی بعض عبارتوں سے ایسا محسوس ہوتا ہے تو انہی کی دوسری عبارتیں اس کو صاف کر دیتی ہیں۔ لیکن ان کے حلقہ کے بعض اور مصنفین کی تحریروں میں اس مسئلہ میں یقیناً کھلا ہوا غلو محسوس ہوتا ہے"۔ (ص ۱۳۶)

مولانا مدنی شیخ اور ان کے متبعین کے بارے میں چونکہ بلا تحقیق بہت سخت اور نفرت انگیز رائے ظاہر کر چکے تھے۔ اس لئے اگر واقعتاً تحقیق کے بعد رجوع کر لیا تھا تو ضروری تھا کہ شیخ کے بارے میں مثبت انداز میں بھی کچھ کہا ہوتا اور ان کی بعض خوبیوں کا بھی ذکر کر دیا ہوتا۔ مگر یہاں پچیس برس بعد بھی وہابیوں کے متعلق مولانا مدنی کے پاس جو کچھ ہے وہ محض حملے پر حملہ، الزامات پر الزامات اور بدعقیدگی کے ثبوت پر ثبوت فراہم کرنے کی کوشش۔ کیا یہ سب اس بات کا یقین کرنے کے لئے کافی نہیں کہ مولانا مدنی نے شہاب ثاقب میں شیخ کے متعلق تحریر کردہ اپنے خیالات سے رجوع نہیں کیا تھا اور ان کی طرف رجوع کی نسبت محض افسانہ ہے۔

اگر اس سے بھی تسلی نہیں ہوتی تو آیئے اس بارے میں مولانا مدنی کا اتنا زیادہ صریح بیان پڑھیے جس سے زیادہ صریح کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔ مولانا مدنی سے لاہور کے ایک صاحب حافظ ریاض احمد قاسمی نے ایک سوال کیا تھا۔ یہ سوال مولانا مدنی کے جواب سمیت مکتوبات شیخ الاسلام ج ۲ ص ۳۴۴ میں شائع ہوا ہے۔ جواب ۴ ربیع الاول ۱۳۷۰ھ کو لکھا گیا ہے۔ یعنی مولانا مدنی کے رجوع والے مزعومہ اخباری بیان کے کوئی پچیس برس بعد۔ سوال و جواب یہ ہے:

سوال: اب بھی آپ وہی مسلک رکھتے ہیں یا اس سے رجوع فرمایا ہے، جس کا آپ

نے اپنی کتاب ....شہاب ثاقب......... میں اظہار کیا ہے؟ اور محمد بن عبدالوہاب کو آپ خارجی ہی تصور کرتے ہیں یا متبع سنت عالم۔ جیسا کہ آپ کے پیرومرشد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نے فتاویٰ رشیدیہ میں تحریر فرمایا ہے؟

جواب: اب بھی میرا مسلک وہی ہے جو اس کتاب میں ظاہر کیا گیا ہے اور وہی میرے اسلاف کرام کا ہے۔ محمد بن عبدالوہاب اور اس کی جماعت کو میں نے نہیں بلکہ علامہ شامی نے اپنی کتاب ردالمختار حاشیہ درمختار میں جو فقہ حنفی میں نہایت مستند اور مفتیٰ بہ کتاب ہے۔ جلد ثالث ص ۳۳۹ میں بھی لکھا ہے۔ صاحب ردالمختار علامہ شامی چونکہ اسی طرف کے رہنے والے اور اسی زمانہ کے ہیں۔ ۱۲۳۲ھ میں جبکہ محمد بن عبدالوہاب کی جماعت نے حجاز پر قبضہ اور تسلط کیا ہے وہ حج کے لئے مکہ معظّمہ گئے ہیں جیسا کہ انہوں نے جلد اول ص ۶۷۴ میں تصریح کی ہے۔ پس وہ جس قدر محمد بن عبدالوہاب اور اس کی جماعت سے واقف ہیں دور دور کے رہنے والے اور زمانہ مابعد میں ہونے والے اتنے واقف نہیں ہو سکتے۔ حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ العزیز بہت بعد کے لوگوں میں ہندوستان کے باشندہ ہیں ان کو اس قدر اس جماعت کے احوال معلوم نہیں ہیں۔ چنانچہ فتاویٰ رشیدیہ ص ۶۴ میں اس کی تصریح فتویٰ میں موجود ہے اور ص ۸ میں جو عبارت اس کی تصحیح میں لکھی گئی ہے وہ محض سنی سنائی باتوں پر مبنی ہے۔ حضرت گنگوہی قدس سرہ العزیز اس کتاب شامی پر بہت زیادہ اعتماد فرماتے تھے۔ عموماً ان کے فتاویٰ اس کتاب سے ماخوذ ہیں۔'' (مکتوبات شیخ الاسلام ج ۲ ص ۳۴۴)

اس سوال و جواب کے علاوہ تقریباً انہی ایام میں یعنی ۲۶/ ۲۷ فروری ۱۹۵۴ء کے روزنامہ الجمیعۃ دہلی میں مولانا مدنی کا ایک بیان شائع ہوا جس کا عنوان تھا ''ایمان وعمل میں رابطہ''۔ اس میں مولانا مدنی نے شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب نجدیؒ اور ان کے

لاکھوں ماننے والوں کو گمراہ اور فرقہ خوارج میں داخل کیا ہے۔

اب مولانا نعمانی صاحب ارشاد فرمائیں کہ مولانا مدنی کے موقف کے متعلق آیا اس اخباری بیان پر اعتماد کیا جائے جسے ان کے ایک مخالف اخبار زمیندار نے شائع کیا تھا' جو آل سعود کی حمایت کے جوش میں رطب و یابس تک کی پروانہ کرتا تھا یا خود مولانا مدنی کے اس ذاتی بیان پر اعتماد کیا جائے۔ جسے ان کے متوسلین و مسترشدین نے خود انہی کے حلقے اور انہی کے مکتوب کی شکل میں شائع کیا ہے اور جو مذکورہ اخباری بیان کے پچیس چھبیس برس بعد کا ہے؟ اگر یہ مان لیا جائے کہ اخبار زمیندار میں شائع شدہ بیان واقعتاً مولانا مدنی ہی کا تھا تو پھر اس کی توجیہہ اس کے سوا کیا ہو سکتی ہے کہ مولانا مدنی نے اس بیان کے ذریعہ مسلمانان ہند کو فریب دیا تھا۔ مولانا نعمانی بتائیں کہ کیا وہ مولانا مدنی کو اس کار نامے سے ملوث تسلیم کرنے کے لئے تیار ہیں۔

طرفہ تماشہ ہے کہ زمیندار والے بیان میں مولانا مدنی لکھتے ہیں کہ میری سابقہ تحقیق کی بنیاد تصنیف و تالیف پر نہ تھی بلکہ افواہوں اور مخالفین کے اقوال پر تھی مگر اپنے مکتوب گرامی میں اپنی تحقیق کی بنیاد علامہ شامی کے ارشادات کو بتلاتے ہیں۔ نیز مولانا نعمانی شیخ محمد بن عبدالوہاب کے بارے میں جس رائے کو انتہائی محققانہ و مبصرانہ قرار دیتے ہیں' مولانا مدنی اس کو محض سنی سنائی باتوں پر مبنی کہتے ہیں۔ مولانا نعمانی ہی بتائیں کہ اس تضاد کا بھی کوئی حل ہے؟۔

خلاصہ بحث یہ کہ مولانا مدنی نے شہاب ثاقب کے نام سے شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ان کی تحریک کے خلاف جن الزامات و افتراءات کا دفتر تیار کیا تھا اور ان کے بارے میں جو نہایت سخت اور بری رائے ظاہر کی تھی۔ اس سے انہوں نے کبھی رجوع نہیں کیا بلکہ اخیر تک اسی پر قائم رہے۔ اور اب حالات کا رخ پلٹنے کے بعد غالباً نوع بہ نوع

مصلحتوں(۱) کے پیش نظر مولانا نعمانی نے وکیل بن کر مولانا مدنی کی صفائی میں جو کتاب تالیف فرمائی ہے وہ مغالطات سے پر ہے...... اس میں حقائق کو اس طرح توڑ مروڑ کر پیش کیا گیا ہے کہ نواب والا جاہ اور قاضی شوکانی جیسے پاکدامن اور بے داغ لوگوں کو مجرموں کی فہرست میں دکھلانے کی کوشش کی گئی ہے اور مولانا مدنی جن کا دامن محمد بن عبدالوہاب کے بارے میں غلطیوں' غلط بیانیوں' الزام تراشیوں اور افترا پردازیوں کے جرائم سے داغ داغ ہے' اس پر فرضی رجوع کا ملمع چڑھا کر اسے بے داغ بتانے اور جتانے کی کوشش کی گئی ہے۔

......☆......☆......

---

۱ شاید یہی مصلحتیں اس امر کی محرک ہوئیں کہ مولانا نعمانی کی کتاب کا بہت جلد عربی ایڈیشن بھی شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا اور اس میں اس بات کو ملحوظ رکھنے کی کوشش کی گئی کہ یہ مصالح مجروح نہ ہونے پائیں۔ چنانچہ اسی لیے عربی ایڈیشن میں اصل کتاب کے صفحات (۱۲۴ تا ۱۳۰) کا ترجمہ پیش کرنے سے پرہیز کیا گیا ہے۔ کیونکہ ان صفحات میں مولانا محترم نے حضرت مولانا انور شاہ کشمیری کی صفائی دیتے ہوئے ان کی علمی جلالت شان اور ان کی خصوصیات بیان فرمائی ہیں۔ شیخ محمد بن عبدالوہاب سے یک گونہ ان کا تقابل وموازنہ کیا ہے اور مولانا کشمیری کی قصیدہ خوانی کرتے ہوئے ان کی برتری ثابت کی ہے۔ نامناسب نہ ہوگا کہ اس موقع پر ایک دو اقتباسات ناظرین بھی ملاحظہ فرمائیں۔ مولانا نعمانی تحریر فرماتے ہیں:

''اس سلسلہ میں یہاں اس کا اظہار بھی مناسب ہوگا کہ اتنی بات خود راقم سطور کے علم میں بھی ہے کہ استاذنا حضرت مولانا محمد انور شاہ شیخ محمد بن عبدالوہاب کو اس درجہ کا بڑا عالم اور امام وقت نہیں سمجھتے تھے جس درجہ میں ان کے حلقہ میں ان کو سمجھا جاتا ہے۔ ایک موقعہ پر اس عاجز نے اس بارہ میں حضرت کا نقطۂ نظر خود حضرت سے سنا تھا۔'' ص ۱۲۶۔

بہر حال جن لوگوں نے آپ کو (یعنی مولانا کشمیری کو) پایا اور جن کا علمی استفادہ کا آپ سے ربط رہا ان کے نزدیک آپ کے لیے زیبا تھا کہ اگر ضرورت داعی ہو تو ''تحدیثا بنعمة ربه'' آپ فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ علم عطا فرمایا ہے جو قاضی شوکانی کو عطا نہیں ہوا تھا۔ یا۔ اسی طرح شیخ محمد بن عبدالوہاب کے متعلق فرمادیں کہ ''اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے زیادہ علم عطا فرمایا ہے۔ (ص ۱۲۹۔۱۳۰)۔

جامع الشواہد فی اخراج الوہابین عن المساجد میں علماء لدھیانہ و دیوبند کا فتویٰ

ان سطور کی تسوید کے بعد مدرسے کی ایک ضرورت سے شبلی منزل اعظم گڈھ جانے کا اتفاق ہوا تو وہاں میں نے دارالمصنفین میں زیر بحث موضوع سے متعلق کتابیں دیکھنے کی کوشش کی۔ اس سلسلہ میں ایک رسالہ ''جامع الشواہد فی اخراج الوہابیین عن المساجد'' دیکھنے کا موقع ملا۔ رسالے کا مقصد و موضوع تو نام ہی سے ظاہر ہے اور اس کے کچھ مندرجات کا علم حضرت مولانا نذیر احمد صاحب دہلویؒ کی مشہور کتاب ''اہلحدیث اور سیاست'' کے ذریعہ پہلے ہی ہو چکا تھا' لیکن براہ راست ''استفادہ'' کا موقع نہیں ملا تھا۔

یہ رسالہ بظاہر ایک فرضی استفتاء کے جواب میں لکھا گیا ہے استفتاء یہ ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء اہل سنت و جماعت اس امر میں کہ یہ گروہ غیر مقلدین' اہلسنت و جماعت میں داخل ہے یا مثل اور فرقوں ...... کے اہل سنت سے خارج ہے' (۲) ان کے ساتھ مخالطت اور مجالست اور ان کو اپنی مسجدوں میں آنے دینا درست ہے یا نہیں۔ (۳) اور ان کے پیچھے نماز پڑھنی درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

مجیب (مفتی مولوی وصی احمد حنفی سورتی) نے جو خود ہی مستفتی بھی معلوم ہوتے ہیں' جواب میں ''گروہ غیر مقلدین'' کی مراد بھی متعین کر دی ہے کہ وہ جماعت اہلحدیث ہے' تحریر فرماتے ہیں:

الجواب: جواب سوال اول کا یہ ہے کہ فرقہ غیر مقلدین جن کی علامت ظاہری اس ملک میں آمین بالجہر یعنی آمین پکار کے کہنا' اور رفع الیدین اور نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنا اور امام کے پیچھے الحمد پڑھنا ہے۔ اہل سنت سے خارج ہیں اور مثل اور دیگر فرق ضالہ رافضی خارجی وغیرہما کے ہیں۔''

اس کے بعد مفتی صاحب نے اپنے دعاوی باطلہ کے ثبوت میں اپنے مزعومہ دلائل بیان کیے ہیں۔ اور جماعت اہل حدیث کی طرف جھوٹے عقائد اور غلط مسائل منسوب کر کے اس کی بنا پر فتویٰ صادر فرمایا ہے کہ ''غیر مقلدوں (یعنی اہل حدیث) سے مخالطت اور مجالست کرنا اور ان کو اپنی خوشی سے اپنی مسجد میں آنے دینا شرعاً ممنوع ہے۔'' اور یہ کہ ''ان (غیر مقلدوں) کے پیچھے نماز درست نہیں۔''

اس رسالہ میں بہت سے علماء احناف کے فتوے ان کی مہر اور دستخط کے ساتھ موجود ہیں۔

صفحہ ۹ پر جلی سرخی قائم کی گئی ہے۔ ''مواہیر دستخط علماء لودھیانہ و دیوبند'' اس کے ذیل میں دیوبند اور لودھیانہ کے علماء کے فتوے درج ہیں' علماء دیوبند نے مذکورہ سوال کا جو جواب لکھا ہے اور جس عبارت پر دستخط کیے ہیں وہ یہ ہے۔

''عقائد اس جماعت کے جب خلاف جمہور ہیں' بدعتی ہونا ظاہر اور مثل تجسیم اور تحلیل چار سے زیادہ ازدواج کے اور تجویز تقیہ اور برا کہنا سلف صالحین کا فسق یا کفر' تو اب نماز اور نکاح اور ذبیحہ میں ان کی احتیاط لازم ہے' جیسے روافض کے ساتھ احتیاط چاہیے۔

حررہ' محمد یعقوب النانوتوی عفی عنہ' رشید احمد گنگوہی عفی عنہ' محمد محمود دیوبندی عفی عنہ' محمود حسن عفا عنہ' ابوالخیرات سید احمد عفی عنہ۔'' (ص ۱۱)

یہ اکابر دیوبند کا فتویٰ ہے۔ کسی حوالے اور ثبوت کے بغیر چند عقائد اور مسائل کو پوری جماعت اہل حدیث کی طرف منسوب کر کے کہہ دیا گیا کہ یہ بدعتی ہیں' فاسق یا کافر ہیں' مثل روافض کے ہیں' ان کے ساتھ نماز پڑھنا' نکاح کرنا' ان کا ذبیحہ کھانا' ان سب باتوں میں احتیاط کرنا چاہیے۔

کیا جماعت اہلحدیث کے خلاف یہ سب باتیں (بالکل بے بنیاد ہونے کے

باوجود) ایسی مشہور تھیں کہ ایک طرح کے عوامی تواتر کا درجہ ان کو حاصل ہو گیا تھا۔ جس کے بعد ان کے بارے میں کسی تحقیق کی ضرورت نہیں تھی۔؟''

ظاہر ہے کہ ایسا کہنا واقعہ نہیں بلکہ واقعہ کے بالکل خلاف ہو گا...... تو اہلحدیثوں کے خلاف اکابر دیوبند کے اس قدر اشتعال انگیز فتویٰ کی آخر کیا وجہ ہو سکتی ہے۔ ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہو گی۔

شیخ الحدیث مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی دامت برکاتہ ''ابراء اہلحدیث'' مطبوعہ پاکستان ۸۲ء) کے پیش لفظ میں تحریر فرماتے ہیں:

واضح رہے کہ رسالہ (جامع الشواہد' ۱۸۸۳ء/ ۱۳۰۴ء کے لگ بھگ صادق پور (عظیم آباد' پٹنہ) کے علاقہ میں اس زمانہ میں چھاپ کر عوام میں تقسیم کیا گیا تھا' جبکہ مجاہدین صادق پور کے ایک بقیۃ السلف اور صاحب علم و فضل فرد فرید مولانا عبدالرحیم صادقپوریؒ جزائر انڈامان (کالا پانی) میں بیس سال کی قید فرنگ سے رہا ہو کر صادقپور اس پابندی کے ساتھ آئے تھے کہ وہ دو وقت روزانہ انگریزی تھانے میں اپنی حاضری لکھوائیں۔ اس پر آشوب دور میں جبکہ ''وہابی'' (اہلحدیث) حکومت کے مظالم کا خاص ہدف تھے' مذکورہ بالا فتویٰ (ایک ایسے ہی رسالے کے ساتھ) انگریزی حکومت کی سرپرستی میں تقسیم کرایا گیا۔ چنانچہ انگریزوں کا مقصد پورا ہوا کہ اس علاقہ (بہار وغیرہ) میں اہلحدیث کو جبراً مسجدوں سے نکالنے کی پوری کوشش کی گئی۔ جس سے مذہبی فسادات شروع ہو گئے اور نوبت عدالتوں میں مقدمات جانے تک پہنچ گئی جن کی تفصیل ان روئدادوں میں موجود ہے جو اس سلسلے میں رسالوں کی شکل میں شائع ہو چکی ہیں۔

مذکورہ فتویٰ میں وہابیوں (یعنی اہلحدیث) کی طرف جن عقائد اور مسائل کا انتساب

کیا گیا ہے' چونکہ وہ سب الزامات غلط بیانی اور مغالطوں پر مبنی تھے' اس لیے جید اور فاضل علماء اہلحدیث نے ان کے مندرجہ ذیل مفصل جوابات تحریر فرمائے اور شائع کیے۔

(۱) ابراء اہلحدیث والقرآن مما فی جامع الشواہد من التہمۃ والبہتان۔ تالیف مولانا حافظ عبداللہ محدث غازی پوری متوفی ۱۳۳۷ھ۔

(۲) صیانۃ المومنین عن تلبیس المبتدعین (تالیف عبداللہ میواتی' بھرت پور)۔

(۳) عمارۃ المسجد بہدم اساس جامع الشواہد' (تالیف مولانا محمد سعید بنارسی متوفی ۱۳۲۲ھ۔

(۴) جامع الفوائد تالیف مولانا عبید اللہ پائلوی متوفی ۱۳۱۰ھ مصنف کتاب تحفۃ الہند وغیرہ۔

(۵) کاشف المکائد فی رد من منع عن المساجد۔ (مولف کا اسم نہ مل سکا۔)

یہ پانچوں رسائل اس دور میں سعید المطابع بنارس سے شائع ہوئے تھے' ان میں ہر مولف نے اپنے انداز میں ان سب بے بنیاد الزامات کے جو" جامع الشواہد" میں اہلحدیث پر لگائے گئے تھے' مدلل طریقے سے جوابات دیدے۔ اور ثابت کر دیا کہ وہ سب خلاف واقعہ ہیں اور اس سلسلے میں بیان کردہ مغالطوں کی بڑی وضاحت سے قلعی کھول دی گئی۔ وللہ الحمد۔

مولانا بھوجیانی مدظلہ نے جس ایک اور رسالہ کی طرف اشارہ کیا ہے وہ غالباً مولانا محمد لدھیانوی کا رسالہ "انتظام المساجد باخراج اہل الفتن والمفاسد" ہے۔ کتب خانہ دارالمصنفین (اعظم گڈھ) میں اسے بھی دیکھنے کا موقع ملا۔ اس کے بھی کچھ اقتباسات مولانا دہلوی نے "اہلحدیث اور سیاست" میں نقل فرمائے ہیں۔ یہ رسالہ بھی جامع الشواہد ہی طرح "خرافات وافتراءات" سے پر ہے اور انتہائی اشتعال انگیز ہے۔

ان رسالوں کے دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ تحریک اہلحدیث کو زک پہنچانے کے لئے اہل دیوبند نے اہلحدیثوں کے خلاف دیدہ و دانستہ جھوٹے الزامات اور پرفریب افتراءات کی ایک مہم چلا رکھی تھی۔ مولانا مدنی کی شہاب ثاقب اور اس کے بعد مولانا نعمانی کی زیر بحث کتاب دونوں اسی مہم کی ایک کڑی معلوم ہوتی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ حالات کی تبدیلی کے پیش نظر مولانا نعمانی نے اپنا انداز بدل لیا ہے' مگر ہے۔

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش
من انداز قدت را می شناسم

اللهم ارنا الحق حقاً و ارزقنا اتباعه و
ارنا الباطل باطلا و ارزقنا اجتنابه و
صلى علىٰ محمد و بارک و سلم